ماہنامہ روحانی
آئینہ قسمت
آفاقی معلومات کا علمبردار

دسمبر ۲۰۰۹

سید انتظار حسین شاہ

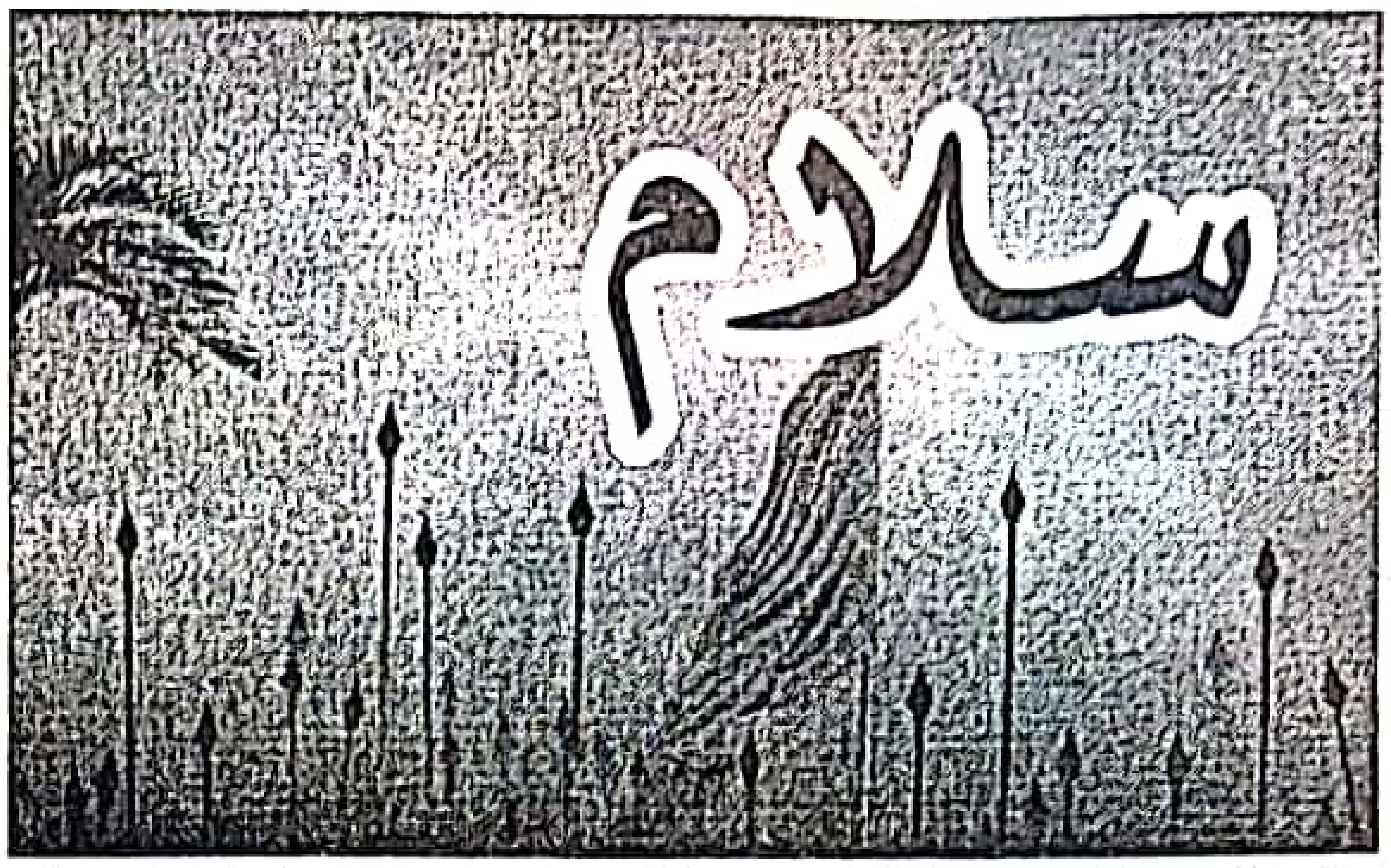

تیروں کے مصلّے پر وہ سجدہ شکرانہ
شبیرؑ نے بتلایا اسلام پر مر جانا
سوچو تو مسلمانوں یہ بات کوئی کم ہے
احمدؐ کی نواسی کا دربار میں آ جانا
اک تیر علی اصغرؑ کی گردن پر لگا آ کر
معصوم کا ہنس دینا آمد موت کا گھبرانا
حیدر کی شجاعت کا انداز نظر آیا
وہ شام غریباں میں زینب کا نہ گھبرانا
ناصر کا یہ وعدہ ہے، بنتا ہے حسین ایسے
سانچے میں امامت کے قرآن کا ڈھل جانا

بیٹی علیؑ کی تربت زہرہ پہ آئی
کرتا لہو سے بھرا ہوا بھائی کا لائی ہے
اماں پڑے ہیں نہر پر عباسؑ روٹھ کر
اماں سکینہؑ روتی ہیں زنداں میں بے پدر
اماں حسینؑ مر گئے بے یار و بے وطن
اماں حسینؑ کو نہ میسر ہوا کفن
اماں وہ شاخ کٹ گئی گلشن اُجڑ گیا
کیسے بتاؤں آپ کا شبیر مر گیا

نوحہ

"یا یزید کِد کیدک
واسعٰ سعیک
و ناصب جُھدک
فواللہ لا تمحو ذِکرنا"

زینب

انتخاب: سید مبشر علی رضوی

نانا ہمارے گھر کا سب اسباب لٹ گیا
نانا ہمارے سر پہ نہ باقی رہی ردا
نانا ہزار طرح کی جفا کی لعینوں نے
خیموں میں آگ لگا دی لعینوں نے
نانا زمین کرب و بلا لال ہو گئی
قاسمؑ کی لاش گھوڑوں سے پامال ہو گئی
نانا کٹا کے شانوں کو عباسؑ مر گئے
غربت میں بھائی جان کو بے آس کر گئے
نانا ہوئیں اسیر تمھاری نواسیاں
کون و مکاں میں چھا گئی غم کی اداسیاں
نانا حرم حسینؑ کے بازار میں گئے
ہم سرِ برہنہ کوفے کے دربار میں گئے

کوئی غیرت مند نئی بھل سنگدا بازار اِچ ونجنا زینب دا
بے جرم اسیر امام تو پُچھ بن چادر ٹرنا زینب دا
ہر طرف ہجوم تماشائی ہا ادھ وچ پور شریفاں دا
رب جانے کیوں سیّد ڈٹھا وچ بھیڑ دے ٹرنا زینب دا
تیکوں تیرہ ضرباں نال کٹھا شمر لعین نے ہک جاتے
ہن اکھیاں کھول کے ڈیکھ بھرا جا جا کے گسنا زینب دا

(حدیث رسالتمآب)

خطیب کربلا و نجف علامہ ذوالفقار علی جعفری

قرآن اور اہل بیتؑ ــــ قیامت تک جدا نہیں ہو سکتے

☆ اے امت مسلم میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرا میرے اہل بیت۔

☆ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

(صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ تفسیر تفہیم القرآن)

میں درج ہے کہ...... روز محشر...... حوض کوثر پر سرکار دو عالم تشریف فرما ہوں گے۔ بعض لوگوں کو وہاں سے ہٹایا جائے گا۔ ختمی مرتبت کہیں گے پالنے والے یہ میرے پاس دنیا میں تھے۔ ارشاد قدرت ہوگا اے محمد تمہیں معلوم نہیں۔ انہوں نے تمہارے بعد شریعت میں کیا کیا تبدیلیاں کیں۔

فرزند رسولؐ ــــ حسینؑ کا شہید تن کربلا میں

لیکن کٹا ہوا سر تلاوت قرآن کرتا ہے!
(قرآن اور سائنس کی روشنی میں)

فرزند رسول شہید کربلا کے سر مبارک کا بازار کوفہ و شام میں تلاوت قرآن فرمانے کی روایت کتب تاریخ و حدیث میں حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے (۱) تبع تابعین کے تین صحابیوںؓ نے اس کو بیان کیا ہے صاحب صواعق محرقہ نے زیدؓ بن ارقم صحابی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "جس روز سر مبارک امام حسین علیہ السلام کو بازار کوفہ میں پھرا رہے تھے۔ میں بازار میں اپنے بالا خانہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ سر مبارک نیزہ پر نصب کیا ہوا میرے دریچہ کے قریب آیا۔ اس وقت سر مبارک نے قرآن کی سورۃ کہف کی اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا میں نے اپنا سر پیٹ لیا اور عرض کی کہ اے فرزند رسول آپ کا قصہ اصحاب کہف اور رقیم سے زیادہ تعجب ہے کہ آپ کا کٹا ہوا سر تلاوت قرآن فرماتا ہے۔

(۲) ابن عساکر محدث نے منہال بن عمر سے روایت کی ہے۔ منہال کہتے ہیں کہ "مجھ کو قسم ہے اللہ جل شانہٗ کی کہ میں نے سر مبارک امام حسین علیہ السلام کو دمشق میں دیکھا۔ ایک شخص شامی حضرت کے سر مبارک کے آگے آگے سورہ مبارکہ کہف کی تلاوت کرتا تھا۔ جب وہ شامی اس آیۃ پر پہنچا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا تو حضرت کے سر مبارک نے تیز آواز سے فرمایا اعجب مَن ذالك قتلي و حملي یعنی قصہ اصحاب کہف بے شک عجیب ہے مگر اس سے عجیب تر میرا قتل اور میرے سر کا نیزہ پر نصب ہونا ہے۔

(۳) صاحب تاریخ ورضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ "جب قافلہ اہلبیتؑ شہر قرآن کے قریب پہنچا۔ قریب شہر ایک بلندی پر یحییٰ بزرانی یہودی کا مکان تھا۔ یحییٰ مذکور اس قافلہ کو دیکھنے آیا۔ ہر ایک سر کو بڑے غور اور تامل کے ساتھ دیکھتا تھا۔ جب سر مبارک امامؑ اس کے قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ لب لائے مبارک حرکت کر رہے ہیں۔ نزدیک آ کر اس نے کان لگایا تو سر مبارک سے یہ آیت قرآن سنی و سیعلمو الذین ظلموا ای منقلب...... الآخر یحییٰ نہایت ہی متعجب ہوا۔ اور حامل سر سے دریافت کیا کہ یہ کس کا سر ہے؟ اس نے کہا کہ حسینؑ بن علیؑ۔ یحییٰ نے کہا اس کی والدہ کا کیا نام ہے۔ حامل راس نے کہا کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ۔ یحییٰ نے کہا اگر دین محمد حق نہ ہوتا۔ تو یہ کٹا ہوا سر کس طرح تلاوت قرآن کر سکتا تھا۔ اسی وقت اسلام لایا۔ اور ان اشقیا پر حملہ کیا۔ پانچ شقیوں کو فی النار کر کے خود درجہ رفیعہ شہادت سے ممتاز ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر مبارک کا نوک نیزہ پر تلاوت قرآن مجید کرنا پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک بین اور زندہ ثبوت ہے۔ مسلمانوں کو یاد ہونا چاہیے کہ آنحضرتؐ نے حدیث ثقلین کے آخری ٹکڑہ میں وھما الن یفترقا حتیٰ یرد علی الحوض فرمایا تھا کہ میرے اہلبیتؑ اور قرآن ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے تا آنکہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ امام حسینؑ کے سر مبارک نے نوک نیزہ پر تلاوت قرآن مجید فرما کر دنیا کو بتا دیا کہ دیکھو نانا پاکؐ صاحب لولاک نے جو کچھ زبان فیض ترجمان سے فرمایا تھا۔ میں اس کی تصدیق کر رہا ہوں۔ میرا سر بدن سے جدا کر دیا گیا ہے اور نوک نیزہ پر سوار ہے لیکن قرآن اب بھی ہم سے جدا نہیں ہوا۔ چنانچہ یہی واقعات بے شمار یہود و نصاریٰ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے۔

اور کٹے ہوئے سر کا بولنا کوئی استحالہ عقلی نہیں ہے۔ قرآن اور سائنس سے اس کے

ثبوت ملتے ہیں جنہیں معترض حضرات کی تسلی کے لیے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) قرآن سے ثبوت:

انسانی جسم چند مختلف اعضا سے مرکب ہے۔ مثلاً چھاتی، پیٹ، بازو، ہاتھ، ٹانگیں، پاؤں وغیرہ وغیرہ۔ قرآن بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک وقت آئے گا۔ جبکہ یہ سب اعضا بولیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ **الیوم نختم علیٰ افواھھم و تکلبنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون** (پ۲۳۔ یٰسین ع۴)

ترجمہ: آج کے دن ان کی زبانوں پر مہریں لگادی جائیں گی۔ اور ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ بولیں گے۔ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے بابت اس عمل کی جو وہ کرتے رہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

حتیٰ اذا ماجآء و ھا شھد علیھم سمعھم و ابصارھم و جلودھم بما کانوا یعملون○ وقالوا لجلودھم لم شھد تم علینا ط قالو انطقنا اللہ الذی انطق کل شیءٍ وھو خلقکم اول مرۃٍ والیہ ترجعون○ وماکنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ولکن ظننتم ان اللہ لا یعلم کثیراً مما تعملون○ (پ۲۴ حم سجدہ ع۳)

ترجمہ: جب وہ سب (دشمنان خدا) وہاں پہنچ جائیں گے۔ تو ان کے ہاتھ، ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے باقی جسمانی اعضا گواہی دیں گے جو کچھ کہ وہ کرتے رہے۔ اور انہوں نے کہا تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ انہوں نے جواب میں کہا ہمیں بھی اسی خدا نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ انہوں نے جواب میں کہا ہمیں بھی اسی خدا نے بولنے کی طاقت دی۔ جس نے ہر شے کو بولنے کی قوت دی۔ اور اسی خدا نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے اور تم نہیں چھپا سکتے تھے کہ تم پر تمہارے کان اور آنکھیں اور جسم کے باقی اعضا گواہی دیں۔ لیکن تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال سے واقف نہیں ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جسم انسانی کے ہر حصے میں قوت گویائی ودیعت فرمائی ہے۔ اور مرنے کے بعد ہاتھ پاؤں کان، آنکھ غرضیکہ ہر عضو بول سکتا ہے۔ تو امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر کا بولنا اور دشمنان خدا اور رسولؐ کے اعمال بد کا پردہ فاش کرنا کیوں ناممکن ہے؟ مسلمانوں کے لیے تو رسولؐ کا اسوہ حسنہ موجود ہے کہ آپؐ کے ہاتھ پر سنگریزے بولتے تھے۔ اور صداقت رسول اللہؐ پر گواہی دیتے تھے۔ صرف سنگریزے ہی نہیں درخت حجر حتیٰ کہ حیوانات کے نطق کر کے صداقت رسولؐ پر بارہا گواہیاں دیں۔ تاریخ کی ورق گردانی سے ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ لہٰذا امام حسینؑ کا صداقت رسولؐ پر گواہی دینے کے لیے شہید زندہ ہیں۔ پس امام حسینؑ کا زندہ ہونا بعد شہادت ثابت۔ جب زندہ ہیں تو آپؑ کا کلام پاک کی تلاوت کرنا مشکل نہیں۔

(۲) سائنس سے ثبوت:

سائنسدانوں کے لیے مردہ زندہ کرنے کا مسئلہ مدت سے دردسر بنا رہا ہے اور سائنسدان اپنی اپنی معمل کیمیاوی **(Laboratories)** میں تجربات کرتے رہے ہیں۔ ڈاکٹروں کے ان تجربات کا نچوڑ یہ ہے کہ جسم انسانی کے تمام حصے ایک ہی وقت میں نہیں مرجاتے بلکہ ہر عضو کیلئے مرنے کا الگ الگ وقت ہے۔ مثلاً اگر دل مردہ ہوجائے تو ضروری نہیں کہ پھیپھڑے بھی اس کے ساتھ ہی مرجائیں یا کلیجہ مرجائے ہوسکتا ہے کہ کلیجہ تو مرجائے پھیپھڑے زندہ ہوں اور کچھ عرصہ بعد مریں۔ آنکھیں اور ہاتھ پاؤں بھی بعد میں مریں۔

مشہور سائنسدان ڈاکٹر پارکس **Dr. Parkes** لکھتا ہے۔

Various tissues of the body degenerate at different rate. (Pak. Times Sunday 9.9.51 Living Mortality by Ritcher Calder)

ترجمہ: جسم انسانی کے مختلف اعضا رفتار اور وقفہ کے بعد مرتے ہیں۔

ایک دوسرے سائنسدان کا بیان ہے۔

We do not die all over all at once days after and individual has been declared legally dead, fragment of inner organs have been found alive each organ in the body dies at its own rate and scientists are beginning to learn details of this fact with the thought of someday preventing certain types of death. (Death and immorality by Manrice Goldsmith Pak. Times Sunday 30-8-53)

ترجمہ: ہمارا سارا جسم ایک ہی دفعہ نہیں مرجاتا۔ کسی شخص کی موت کے قانونی اعلان کے بعد اس کے اندرونی حصے زندہ پائے گئے جسم انسانی کا ہر ایک حصہ اپنے مقررہ وقفہ اور رفتار سے مرتا ہے۔ سائنسدان اس حقیقت کی تفصیلات سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں اور اس فکر میں ہیں کہ کسی دن وہ خاص خاص قسم کی اموات کو روکنے میں کامیاب ہوجائیں۔

لیکن اب نئی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جسم انسانی کے سارے حصے بیک وقت موت سے متاثر نہیں ہوتے۔ بعض حصے آکسیجن **(Oxygen)** کی سپلائی رک جانے سے فوری طور پر مرجاتے ہیں۔ لیکن اگر آکسیجن **(Oxygen)** مناسب مقدار میں ملتی رہے تو مرنے کے بعد بھی کافی دیر

Scanned with CamScanner

تک زندہ رہتے ہیں۔ان سب اعضا میں سے دماغ پر سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔اگر مرنے کے بعد آکسیجن کی سپلائی دماغ کو نہ پہنچے تو وہ باقی اعضا سے پہلے مرتا ہے پھر دوسرے اعضاء مثلاً سر، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، دل، پھیپھڑے، گردے، جگر وغیرہ یکے بعد دیگرے مرنے لگتے ہیں۔گردے، جگر اور بعض دوسرے اندرونی اعضا آکسیجن (Oxygen) نہ ملنے کے باوجود دنوں بلکہ ہفتوں تک زندہ رہتے ہیں۔

اگر مرنے کے بعد دماغ کو آکسیجن مناسب مقدار میں سپلائی کی جاتی رہے تو انسانی زندگی عارضی طور پر کافی عرصہ تک کے لیے بحال کی جاسکتی ہے اور اس مردہ جسم کے سر سے زندگی کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مرجانے کے بعد دماغ میں آکسیجن Oxygen پہنچانے سے انسان کا سر اپنا فعل سرانجام دینے لگا۔حالانکہ باقی اعضائے جسمانی مردہ تھے۔

امریکہ میں 1948ء میں اس قسم کے تجربات لاس انجلز (Los Angels) کے رہنے والے ڈاکٹر ''ہیمین'' نے متعدد اشخاص پر کیے۔ان میں سے بیشتر کامیاب رہے۔ایک تجربہ ایک 62 سالہ بوڑھے پر کیا گیا۔اس نے اسے دوبارہ زندہ کیا۔اور ساتھ ہی اس کے بیٹے کو تار دے کر بلا لیا۔یہ شخص تین مرتبہ مرا اور تینوں مرتبہ اسے زندہ کر کے نہ صرف اس سے ضروری کاغذات پر دستخط کرائے گئے اس نے اپنی جائیداد کے انتقال کا بھی انتظام کر دیا۔

جن دنوں امریکہ میں یہ تجربات ہوئے۔انہی ایام میں سکاٹ لینڈ کے دو سرجنوں نے اسی قسم کی ایک مشین تیار کی جسے مرے ہوئے سر کے ساتھ لگا دینے سے اس میں زندگی عود کر آتی تھی۔اب وہ دونوں ڈاکٹر اس قسم کی مشینیں بنانے کی فکر میں ہیں جس سے بہ یک وقت دل اور پھیپھڑوں کا کام لیا جائے۔

ایسی مثالوں کی کوئی کمی نہیں کہ آکسیجن کی سپلائی بہم پہنچنے کے بعد ایسے افراد نے باتیں کیں۔خط لکھے کھانا کھایا۔لیکن چند گھنٹوں یا چند دنوں کے بعد وہ پھر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر گئے۔

طبی سائنس میں اب موت کے تین مراحل متعین کیے گئے ہیں۔

(۱) جب موت اور زندگی کی کشمکش جاری ہوتی ہے۔

(۲) جب سانس اور حرکت قلب بند ہو کر حقیقی موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

(۳) حیاتیاتی موت یعنی جب دماغ اس حد تک مر جاتا ہے کہ جسم کے دوسرے اعضا پر اس کا اثر اور کنٹرول ختم ہو جاتا ہے۔جب تک (حیاتیاتی Biological) موت واقع نہ ہو۔اس وقت تک زندگی کی بحالی کے امکانات موجود رہتے ہیں۔سائنسدان اس بات کے قائل ہیں کہ دماغ کی اس Biological یا حیاتیاتی موت کے بعد اگر دماغ کو آکسیجن نہ ملے تو وہ 25 منٹ تک زندہ رہ سکتا ہے۔لیکن روس کے ڈاکٹر بروکونینکو Dr.Bruikhonenko نے حیوانات کے سروں کو ان کے جسموں سے کاٹ کر الگ کر لیا اور پھر انہیں اپنے سائنس کے ریکارڈ میں کافی مثالیں موجود ہیں کہ بعض لوگوں میں موت کے آثار اتنے یقینی تھے کہ عام لوگ اور ڈاکٹر تک دھوکا کھا گئے اور انہیں تھوڑی سی ڈاکٹری امداد اور آکسیجن کی سپلائی سے زندہ کر لیے جاسکتے تھے۔ظاہراً اور حقیقی موت میں اتنا خفیف اور غیر محسوس فرق ہوتا ہے کہ اس فن کے ماہرین بھی آسانی سے ان دونوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ماہرین طب نے اس سلسلہ میں پچاس کے قریب ایسی بیماریاں دریافت کی ہیں۔جن سے موت کے جملہ آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔اور ماہرین بھی ان سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ایسی اموات کو ''معطل حیات'' سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ حالت موت سے اتنی قریب ہوتی ہے کہ آلہ مسماع الصدر (سٹیتھسکوپ) سے بھی زندگی کی کوئی علامت محسوس نہیں ہوتی۔

ایک ڈاکٹر نے اپنے ریکارڈ میں 62 ایسے افراد کا ذکر کیا ہے جنہیں مرنے کے بعد زندہ کر لیا گیا تھا۔ان میں سے 30 افراد 2 سے 8 گھنٹے کے بعد 58 افراد 8 سے 15 گھنٹے کے بعد 47 افراد 15 سے 20 گھنٹوں کے بعد اور باقی 27 افراد 20 سے 42 گھنٹوں کے بعد بحال کر لیے گئے سائنس کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ ''سائنس کے پاس موت کو جانچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے''۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں موت اور حیات میں نہایت قریبی اور لاینفک رشتہ و تعلق ہے۔

قدیم زمانہ میں کسی کے مردہ ہونے کا یقین اس کی انگلی کاٹنے سے کیا جاتا تھا۔اگر زخم سے خون نہیں بہتا تھا تو اسے مردہ قرار دے دیا جاتا تھا۔لیکن اب سائنس بہت آگے بڑھ چکی ہے۔بعض اوقات خون کی گردش اس قدر آہستہ ہوتی ہے کہ اسے آسانی سے محسوس نہیں کیا جاسکتا۔لیکن اس کے باوجود وہ فرد زندہ رہ سکتا ہے۔قدیم زمانے میں اگر کسی کی حرکت قلب اور سانس 20 بیس منٹ تک آلہ (Auto Jector) کے ساتھ لگا کر پورے چھ ماہ تک زندہ رکھ کر اور انہیں گویا کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔یہ تجربہ اس نے ماسکو (روس) کی Institute of Second Life ''حیات بعد الممات کی تجربہ گاہ'' میں کیا۔

چھ ماہ کے بعد اس کٹے ہوئے سر کو باقی بدن کے ساتھ لگا کر کل جسم حیوانی کو زندہ کر دیا۔اس حیوان کا نام ''دیووچکا'' Devochka تھا اور دوسری زندگی حاصل کرنے کے بعد اسے دو ماہ سے جفت کرا کر اس سے بچے بھی حاصل کیے گئے یہ مادہ حیوان بھی اسی قسم کا تھا۔یعنی اس کا سر بھی کاٹ کر چھ ماہ تک زندہ

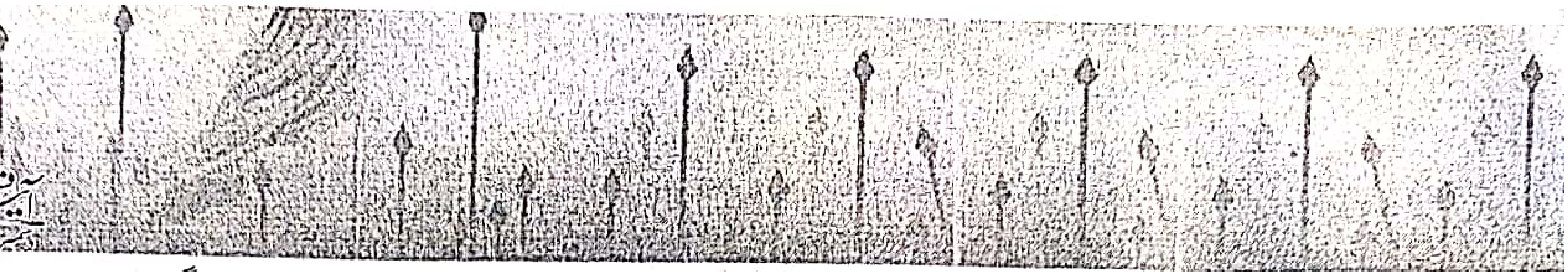

رکھا گیا تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ سر کاٹ لینے کے بعد اسے ایک مشین آٹو جیکٹر **Auto Jector** کے ساتھ چمٹا دیا جاتا تھا۔ اس آٹو جیکٹر کا یہ کام تھا کہ وہ دوران خون کو جاری رکھتا تھا۔ یعنی سر کٹ جانے کے بعد خون سر میں موجود ہوتا تھا۔ اسے ضائع ہونے سے بچا لیتا تھا اور اس کا دوران جاری رکھتا تھا۔ پس وہ کٹا ہوا سر پورے چھ مہینے تک بدن سے الگ زندہ رہتا اور بولتا رہتا تھا۔

پس جب ایک معمولی ڈاکٹر نے ایک حیوان کے سر کو کاٹ کر چھ مہینے تک زندہ رکھا اور وہ کٹا ہوا سر بولتا رہا۔ تو امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر کا نوک نیزہ پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا کیوں باعث انکار ہے کیا یہی تھیوری جسے امریکہ، لنڈن، سکاٹ لینڈ اور روس کے ڈاکٹروں نے پیش کر کے اس کے عملی تجربات دکھا دیے ہیں۔ امام حسینؑ کے کٹے ہوئے سر کے کلام فرمانے کے جواز میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ فرق یہ ہے کہ وہاں سائنس کہتی ہے اگر آکسیجن ملتی رہے تو دماغ ایسی نازک شے بھی جسم کی موت کے کافی عرصہ بعد تک بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ دماغ زندہ ہے تو سارا سر زندہ ہے اور جب زندہ ہے تو اس کا بولنا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا۔

ایک معلم الٰہی کا خود اپنے ہاتھوں مردے زندہ کرنا

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عزیر اور ابراہیم علیہما السلام کے سامنے مردے زندہ کر کے دکھلائے گئے۔ ان مردوں کے زندہ ہونے میں ان انبیاء کرام کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ لیکن جب حضرت عیسیٰؑ کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے مردہ زندہ کرنے کی قوت ان کے ہاتھ میں دے دی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے:

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي ۖ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي

(پ ۷۔ المائدہ ع ۱۵)

ترجمہ: اے رسولؐ وہ وقت بھی یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کی تھیں کہ میں نے روح القدس کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی۔ تم پنگھوڑے میں اور ادھیڑ عمر میں یکساں باتیں کرتے تھے اور یہ کہ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور توریت وانجیل کی تعلیم دی۔ اور یہ کہ جس وقت تم میرے حکم سے گندھی ہوئی مٹی میں سے پرندے کی شکل کی سی صورت بناتے تھے۔ پھر اس میں پھونک مارتے تھے۔ تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور یہ کہ تم مردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ کا اپنا قول موجود ہے۔ فرماتے ہیں:

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ

(پ ۳۔ ال عمران۔ ع ۵)

ترجمہ: میں تمہارے لیے گندھی مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ پھر وہ حکم خدا سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور میں حکم خدا سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں طیر کی شکل کا ساطیر خلق کر دینا تھا۔ لیکن پرندہ بن جانا اللہ کے اذن پر موقوف تھا۔ کوڑھی وغیرہ کو اچھا کر دینا بھی اللہ کے اذن پر موقوف تھا۔ مردوں کا زندہ ہو جانا بھی اللہ کے اذن پر موقوف تھا خود حضرت عیسیٰ میں یہ قوتیں نہ تھیں۔ البتہ قم کہنا ان کے اختیار میں تھا اور ان امور کا ہو جانا اللہ کے اختیار میں تھا۔

آج کل کی سائنس باوجود اس قدر آلات وادویات کام میں لانے کے ابھی مردہ کو صحیح معنوں میں زندہ کرنے کے قابل نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس شاہراہ پر گامزن ہو کر اس امر کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں کہ عنقریب یہ عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلمین کو یہ سب کچھ اس طرح تعلیم کیا کہ انہیں کسی قسم کے آلات اور ادویات کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف قم باذن اللہ کہہ کر ہاتھ لگاتے ان کے ہاتھ سے وہ قوت برقیہ خارج ہوتی۔ جو مردے کے بدن میں نفوذ کرتے ہی اسے نئی زندگی بخش دیتی۔

فتبارك الله احسن الخالقين

غمِ حسینؑ اور تزکیہ نفس

انتخاب پیشکش: تنویر عصری (ایم۔ ل)

واقعہ کربلا کے متعلق سب سے پہلے تو یہ طے ہو جانا چاہیے کہ امامؑ عالی مقام اپنے اور اپنے اعزہ و انصار کے لیے ہلاکت و تباہی کے اس راستہ کا انتخاب کرنے میں آزاد تھے یا مجبور۔ یعنی آپؑ نے شہادت برضا و رغبت قبول کی یا ایک سفاک حکمران کے سامنے انھوں نے خود کو حالات سے مجبور ہو کر ہلاکت و تباہی کے حوالہ کر دیا۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ وہ مجبور تھے اور ایک ظالم حکمران کے ہاتھوں موت سے بچ ہی نہیں سکتے تھے تو ہمارا یہ مفروضہ تو دین کی بنیادیں ہی ہلا دے گا اس لیے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ ان اللّٰــــہ مع الصّٰبرین۔ ان اللّٰہ مع المتقین۔ یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ پھر اسی کتاب میں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین یعنی تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو گے۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ امامؑ عالی مقام صابرین، متقین اور مومنین میں سے تھے یا نہیں تھے؟ اگر نہیں تھے تو پھر نبی کریمؐ کا ان کے متعلق یہ اعلان کہ الحسن والحسین سید شباب اہل الجنہ، نعوذ باللہ ہو جائے گا۔ یہ خیال تو تصور رسالت ہی کو ملیامیٹ کر دے گا اور کوئی مسلمان اس خیال سے اتفاق کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔

لہٰذا، لامحالہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ امام عالی مقام صابرین، متقین اور مومنین میں سے تھے۔ اگر تھے تو اللہ ان کے ساتھ تھا۔ اگر ساتھ تھا تو پھر اس قرآن میں کیا ہوا اپنا وعدہ وفا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ہمیں اس وعدہ وفائی کی کربلا میں کہیں کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ تو پھر کیا ہمیں یہ ماننا ہوگا کہ نعوذ باللہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور امام عالی مقام کو بے یار و مددگار ذبح ہوتا ہوا دیکھتا رہا۔ یہ بھی ایک ایسی صورت حال ہے جسے کوئی مسلمان کسی طور ماننے پر تیار نہ ہوگا۔ اس سے تو خدا کی خدائی کا تصور ہی کالعدم ہو جائے گا۔ بھلا ایسے خدا کو کون مانے گا جو وعدہ تو کرتا ہے، نباہتا نہیں ہے۔ جو اپنے صابر، متقی اور مومن بندوں کو ظالم، جابر اور بے ایمان بندوں کے ہاتھوں مروا دیتا ہے یا پھر یہ ہے کہ وہ یہ سانحہ ایک بے بس اور خاموش تماشائی کی طرح دیکھتا رہتا ہے اور ان کی کسی طرح کوئی مدد نہیں کر پاتا جن کی مدد کرنے کا اس نے وعدہ کیا ہے۔ نہیں۔ یہ بات بھی دل نہیں مانتا۔ عقل سلیم اسے تسلیم نہیں کرتی۔ عقل کہتی ہے کہ اللہ بھی حق ہے اور اس کا رسولؐ بھی حق ہے۔ اس صورت حال میں ہم اگر اللہ کی الوہیت اور رسولؐ اللہ کی رسالت کو بچا سکتے ہیں تو بس ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ امامؑ عالی مقام نے شہادت برضا و رغبت قبول کی۔

جیسے ہی ہم یہ کہیں گے ویسے ہی ہمارے اس بیان سے بہت سے دوسرے شکوک و شبہات سر اٹھائیں گے اور کئی دوسری پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ مثلاً بھلا یہ بات سمجھ میں کیسے آئے گی کہ اللہ کی پوری تائید اور حمایت تو حاصل ہے مگر ہم مصیبتیں جھیلیں گے اور مر مٹیں گے۔ یہ فیصلہ نعوذ باللہ کیا خودکشی کے مترادف نہیں ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود تو خود، اپنے تمام صحابیوں، رشتہ داروں، کڑیل جوانوں اور معصوم نونہالوں کو بھی کٹوا دیں گے۔ اور یہ سب کون کرے گا؟ نواسۂ رسولؐ؟ معصوم امامؑ؟ جنت کے جوانوں کا سردار؟ آغوشِ رسولؐ کا پروردہ؟ بتولؑ عذرا کا تربیت کردہ؟ نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کوئی مسلمان کسی صورت یہ مان ہی نہیں سکتا۔ اس سے تو امامت کی بنیاد ہی ہل جائے گی۔

تو پھر کیا کریں؟ حقیقت کیسے معلوم ہو؟

آیئے درِ رسولؐ پر چلتے ہیں۔

پہلے تو یہ دیکھیں کہ بعثت رسولؐ کا مقصد کیا تھا؟ آپ ہم گنہگاروں کے درمیان کس مقصد کے حصول کے لیے بھیجے گئے تھے۔ قرآن حکیم کی بہت سی آیات بتاتی ہیں کہ آپؐ کی رسالت کا اہم مقصد ”نفوس انسانی کا تزکیہ کرنا تھا۔“

مثلاً سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۲۔

”وھو الذی بعث فی الامیّن رسولاً منھم یتلو علیھم آیٰتہ و یزکیھم۔۔۔۔۔“ (سورۂ جمعہ۔ آیت نمبر ۲)

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے اُمیّین میں انھیں میں سے رسول بھیجا جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔“

مناسب ہوگا کہ اگر آگے بڑھنے سے پہلے ہم اس منزل پر یہ دو باتیں سمجھ لیں۔ اول یہ کہ نفس کیا ہے اور دوم یہ کہ یہ ہوش میں ہے یا بے ہوش ہے؟

دیکھئے اگر میں کسی سے پوچھوں کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو وہ کہے گا۔ ”میرا

www.astrologyavenue.com ماہنامہ ”آئینہ قسمت“ کا آن لائن مطالعہ کریں
Scanned with CamScanner

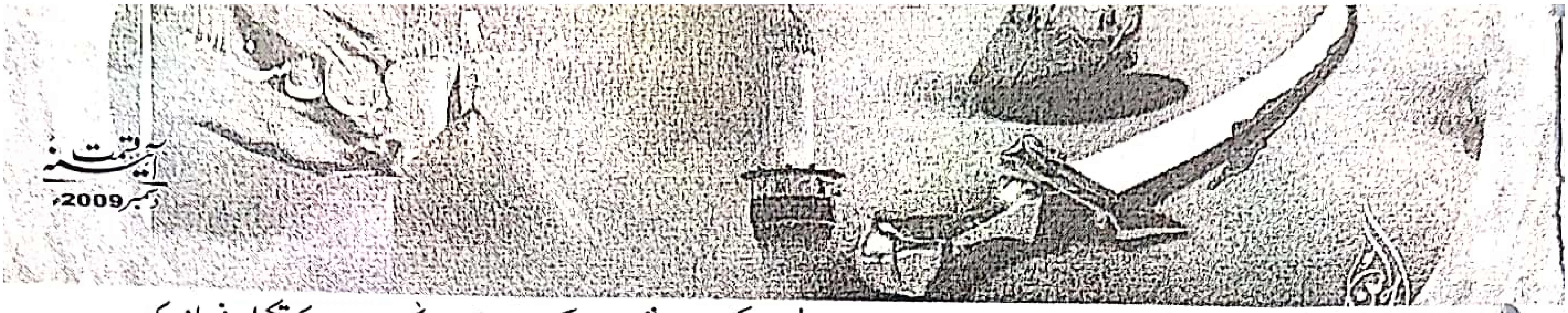

نام یہ ہے" پھر پوچھوں کہ آپ گرم یا ٹھنڈا کیا پینا پسند کریں گے؟ تو وہ کہے گا "گرمی ہے۔ دل چاہ رہا ہے کہ شربت پیوں" مگر یہ شخص جب مر جاتا ہے تو میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ وہی ہے اور اس کا جسم اور دل بھی وہی ہیں۔ اگر اس کا جسم اور دل ہی درحقیقت اس کی "میں" ہوتا تو وہ اب بھی جواب دیتا مگر اس کی "میں" اسے چھوڑ کر جا چکی ہے۔ وہ مر چکا ہے۔ یہی "میں" نفس ہے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نفس روح نہیں ہے۔ نفس کے لیے موت ہے مگر روح کے لیے موت نہیں ہے۔

یہ نکتہ میں نے سیکھا بو الحسنؑ سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگ بدن سے

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

انسان کے مادی جسم کے اندر نفس، گیس کا ایک جسم ہے جو مادی جسم میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جس طرح پانی میں بھیگے ہوئے کسی کپڑے کے ہر ریشہ میں پانی سرایت کیے ہوئے ہوتا ہے۔ نفس مادی النہار، پست، حقیر اور ذلیل ہے جبکہ روح قدسی الاصل، رفیع الدرجات اور پاکیزہ ہے۔ نفس ہمیشہ پست اور مادی خواہشات کو جنم دیتا ہے جبکہ روح ہمیشہ عالم قدس میں بلند سے بلند تر ہونا چاہتی ہے۔ مختصر یہ کہ وہ سب کچھ جو ہمیں جسمانی اور ذہنی طور پر پستی کی طرف کھینچتا ہے اسی نفس کی وجہ سے ہے جس کی جڑیں مادے اور مادی اشیاء میں پیوست ہیں۔ نفس میں ان مادی اشیاء کے حصول کی تحریک دو طرح کے محرکات سے ہوتی ہے۔ ایک داخلی محرکات ہوتے ہیں اور دوسرے خارجی۔ داخلی محرکات سے بھوک، پیاس اور نیند کا احساس ہوتا ہے۔ اس احساس سے کھانے، پینے اور سونے کی شدید خواہش پیدا ہوتی ہے۔ داخلی محرکات سے پیدا ہونے والی ان خواہشات کو قرآن میں "شھوات" کہا گیا ہے۔

خارجی محرکات مثلاً کوئی خوش نما محل، کوئی چاند سا چہرہ، چمکتے اور دمکتے ہوئے زیورات اور جواہرات وغیرہ۔ یہ محرکات ان اشیاء کو جائز و ناجائز ہر طریقہ سے حاصل کر لینے کی شدید خواہش پیدا کرتے ہیں۔ خارجی محرکات سے پیدا ہونے والی ان خواہشات کو قرآن میں "ھویٰ" کہا گیا ہے۔

یہ شھوات و ھویٰ اسی طرح شمار سے باہر ہیں جس طرح ان کے داخلی اور خارجی محرکات شمار سے باہر ہیں۔ ان کو نہ گنا جاسکتا ہے نہ ان کی کوئی حد مقرر کی جاسکتی ہے۔ ان کی لہریں ہر لمحہ نفس پر امنڈ امنڈ کر آتی ہیں اور اس کو اپنی گرفت میں رکھتی ہیں۔ نفس ہمیں حکم دیتا ہے کہ ان کی خواہشات کی تکمیل فی الفور کی جائے اور اس عمل میں عقل کو دخل دینے کی نہ مہلت دی جائے اور نہ اجازت۔ المیہ یہ ہے کہ یہی نفس جو پست اور مادی خواہشات کی گرفت میں ہے ہم پر ہر آن حکم چلا رہا ہے اور ہم بے بس محکوموں کی طرح اس کے ہر حکم کو بے چون و چرا اور بے سوچے سمجھے پورا کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ تو صرف ذات باری کا حق ہے کہ اس کے ہر حکم کو بے چون و چرا اور بے سوچے سمجھے پورا کیا جائے اس لیے کہ وہ عقلِ کل کا خالق اور ہمارا حافظ و نگہبان ہے۔ ہم اس کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ وہ حی و قیوم ہے۔ اس پر اونگھ اور نیند طاری نہیں ہوتی۔ نہ ہی وہ شھوات و ھویٰ کی گرفت میں آ کر مغلوب ہوتا ہے۔ وہ ہمارا محافظ و ناصر و نگہبان ہے مگر ہم نے اس کا مرتبہ و مقام نفس کو دے دیا ہے اور اس کو اپنا حاکم اعلیٰ بنا لیا ہے۔ یہی شرک اور نفس کی نجاست ہے۔ اس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۝

(سورۃ الفرقان۔ آیت نمبر ۴۳)

ترجمہ: اے نبیؐ کیا آپ اسے دیکھتے ہیں جس نے اپنی ہوائے نفس (حقیر خواہشات) ہی کو اپنا الٰہ بنا لیا ہے آپ اس کی وکالت کیسے کر سکتے ہیں۔

حضرت علیؑ کا فرمان ہے کہ:

"اِنَّ اَکْبَرَ مَعْبُوْدٍ عُبِدَ فِی الدُّنْیَا الْھَوٰی"

ترجمہ: وہ سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں پرستش کی جاتی ہے ہوائے نفس ہے۔

تو یہ ہے نفس اور یہ ہے ہمارے ساتھ اس کا رویہ۔

اب ہم یہ دیکھیں کہ یہ نفس جو ہم پر ایسے جابرانہ احکامات جاری کر رہا ہے، ہوش میں بھی ہے کہ بے ہوش ہے۔

نفس کے پاس پانچ حواس ہیں جن کے ذریعہ یہ مادی اشیاء کا علم حاصل کرتا ہے یعنی دیکھنا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا۔ اس کے پاس ایک ناپیدا کنار، وسیع و عریض مخفی گودام ہے جس میں اس نے ہر دیکھی، سنی، سونگھی، چکھی اور چھوئی ہوئی چیز کا ریکارڈ جمع کیا ہوا ہے اور ہر آن ہر نئے علم کو اس میں ذخیرہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ بعد میں جب کوئی چہرہ یا نقش، آواز، بو، مزہ یا شے سامنے آتی ہے یا اس کا حوالہ دیا جاتا ہے تو نفس اپنے اسی گودام میں جاتا ہے اور اس میں پہلے سے ذخیرہ کیے ہوئے ریکارڈ کو کھنگالتا ہے اور سیکنڈ کے ہزارویں حصہ یا اس سے بھی کم میں سامنے والی چیز کو پہلے سے ذخیرہ شدہ چیز سے ملا کر

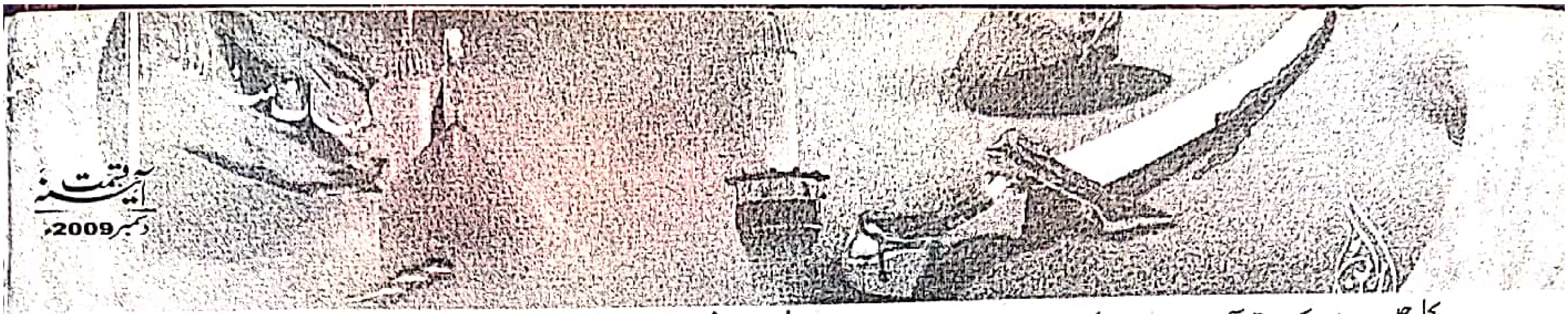

بجلی جیسی تیزی کے ساتھ سمجھتا چلا جاتا ہے کہ یہ، یہ ہے۔ اور یہ، یہ ہے۔ اس عمل کی سرعت کا اندازہ کسی مقرر کے منہ سے ابلتی ہوئی تقریر کے الفاظ کے سیلاب کے نفس کے ہر لفظ کے مفہوم کو پرانے ریکارڈ کے حوالہ سے بلا تامل اور بہ آسانی سمجھتے چلے جانے سے کیا جا سکتا ہے۔

اب غور کیجیے کہ یہ سارا عمل کہاں ہو رہا ہے؟

ظاہر ہے ہمارے اندر ہو رہا ہے۔

اور کون کر رہا ہے؟

ہمارا نفس کر رہا ہے۔

مگر کیا ہمارا نفس جان رہا ہے کہ وہ کر رہا ہے؟

نہیں۔ بس کر رہا ہے۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ کر رہا ہے۔

یہی اس کی بے ہوشی اور بے خبری ہے۔

اب ذرا غور کیجیے کہ اس بے خبری کے عالم میں اگر نفس ہم پر حکم صادر کر رہا ہے اور ہم اس کے ہر حکم کی بے چوں و چرا تعمیل کرتے چلے جا رہے ہیں تو کیا ہماری حالت کسی ایسے جہاز جیسی نہیں ہے جو ہوا میں معلق ہے اور اس کا ہواباز بے ہوش ہے؟

اب دیکھیں کہ نبی کریمؐ کا مشن کیا تھا؟

وہ نفس انسانی کے تزکیے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ مگر نفس انسانی میں وہ نجاست کون سی ہے جس کے تزکیے کی ضرورت ہے۔ قرآن کے مطابق وہ نجاست شرک کی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا شرک سے کیا تعلق۔ شرک تو وہ کرتے ہیں جو بت پوجتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمام بتوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو ماننے سے تو انسان صرف شرک جلی سے نکلتا ہے، شرک خفی ہمارے نفسوں میں جوں کا توں موجود رہتا ہے۔ قرآن حکیم کی کئی آیات میں ہے کہ ہم جب خطرے میں ہوتے ہیں تو اللہ کو خلوص سے پکارتے ہیں مگر اِدھر خطرہ ٹلا اُدھر مشرک ہو جاتے ہیں۔

(فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ۔) (سورۃ عنکبوت۔ آیت نمبر ۶۵)

اس دورنگی کی وجہ نفس کی غفلت ہے۔ یہ بہت سے کام کرتا رہتا ہے مگر بے یقینی کے عالم میں۔ دانشوروں نے اب یہ بات حتمی طور پر کہہ دی ہے کہ انسانی نفس بیرونی دنیا کے لیے نیم شعوری حالت میں ہے مگر اپنے باطن کے لیے قطعاً بے شعور ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ''تمہیں تو بڑھوتری کی چاہ نے ہی غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کر لی۔'' لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ نفس میں ''شرک'' اور ''غفلت'' کی دو نجاستیں موجود ہیں۔ شرک کی نجاست جب یہ اپنے احکامات کو اللہ کے احکامات پر ترجیح دیتا ہے اور مقام کبریا کو اپنے لیے غصب کر لیتا ہے اور غفلت کی نجاست جب سب کچھ کرتے ہوئے بھی اسے اپنے کیے کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ان نجاستوں سے نفس کو پاک کرنا نبوت کا ایک اہم مشن اور مقصد تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسے صوم وصلوٰۃ اور دیگر ارکان دین کا پابند کیا گیا مگر مشاہدے میں یہ حقیقت آئی کہ کوئی رکن کارگر نہیں ہوتا اور یہ جوں کا توں اللہ کا مدمقابل اور غفلت پوش بنا رہتا ہے۔ ایک بات ضرور آئی کہ چاہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر ارکان اسے زیر کرنے میں ناکام ہوتے ہوں مگر غم واندوہ کے لمحات میں یہ سرنگوں ہو جاتا ہے۔ اپنی فرعونیت چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ کے آگے سر جھکاتا ہے اور ہوش میں آتا ہے مگر اس میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ غم اس کے کسی اپنے کا غم ہو۔ دوسرے کے غم میں یہ نہ دل سے شریک ہوتا ہے نہ ہوش میں آتا ہے۔ دفع الوقتی کے لیے رسمی طور پر روتا ہے اور پھر ''دھوبی بیٹا چاندسا'' ہو جاتا ہے۔

نفس کی اسی فطرت کے مطابق اور اس کی تطہیر کی حتمی تدبیر کے طور پر ختمی مرتبتؐ نے پہلے خود کو پیش کیا اور طایف کے بازاروں میں نہائے اور پھر مباہلہ کے لیے منتخب ہونے والے نفوس قدسی کو اور ان کی پشت در پشت معصوم اولاد کو پیش کیا کہ اگر میں تمہیں عزیز ہوں تو ان کے غم کو اپناؤ اور اپنی عاقبت سنوارو! سنو!

یہ اہل بیت ہیں جو خلق کے مظہر ہیں
یہی تو ذکر بھی ہیں اور یہی مذکر ہیں
یہی حجاب اثر ہیں، یہی موثر ہیں
یہی ہیں امرِ الٰہی، یہی مدبر ہیں
حسینؑ ان میں تمیز نشان رکھتا ہے
وہ اپنی سب سے نرالی ہی شان رکھتا ہے

(ادیم نقوی)

درد اور غم میں فرق ہے۔ درد سے صرف جسمانی اذیت ہوتی ہے۔ غم روح کو مجروح کرتا ہے۔ ایسا دلدوز غم صرف اسی طرح مہیا کیا جا سکتا ہے کہ کوئی عدیم المثال المیہ برپا کیا جائے۔ نفس غم سے بھاگتا ہے۔ یہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ یہ ایک عام مشاہدے کی بات ہے کہ جو لوگ آلام و مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں یا ناگہانی نقصان میں آجاتے ہیں وہ شراب، جوئے اور

Scanned with CamScanner

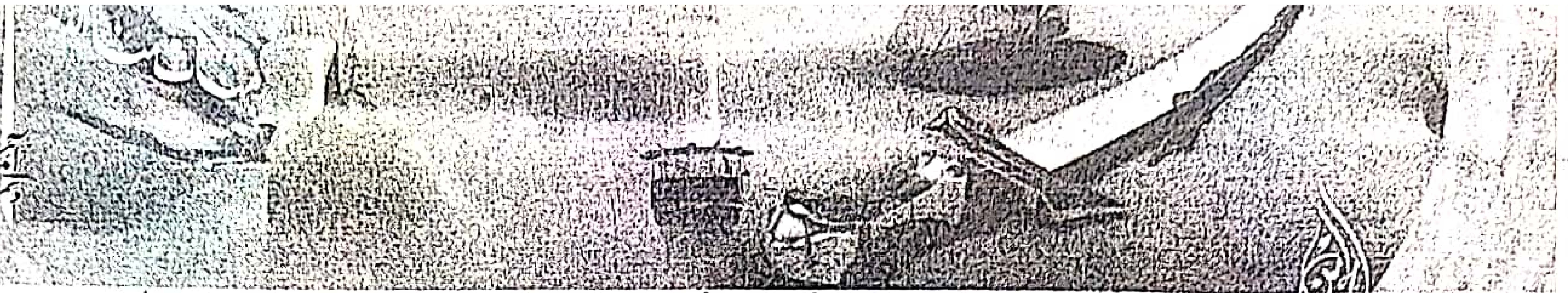

دوسری مکروہات میں خود کو ملوث کر لیتے ہیں۔ ایسا کر کے وہ صرف غم کو بھلانا چاہتے ہیں یا یہ کہیں کہ غم سے غافل ہونا چاہتے ہیں۔ نفس کو غفلت پسند ہے۔ اسے غفلت میں مزہ آتا ہے۔ نیند اسے اچھی لگتی ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ لوگ سو رہے ہیں۔ جب مریں گے تب جاگیں گے۔

لہٰذا اگر نفس سو رہا ہے تو سوتے میں اللہ اور رسولؐ کا ماننا اور جنت، جہنم، حشر نشر کا اقرار کا ناسب بے کار ہے۔ یہ تو اپنے آپ کو دھوکا دینے والی بات ہے۔ موت کے وقت جب بقول نبی کریمؐ واقعی جاگیں گے تو حقیقتاً کچھ بھی مانا ہوا نہ ہوگا اور ہمارے تمام اعمال مشی فی النوم کے اس مریض جیسے ہوں گے جو گہری نیند میں بھی چلتا پھرتا اور بولتا چلاتا ہے مگر جب جاگتا ہے تو اسے کچھ بھی یاد نہیں ہوتا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ یہ ایک نہایت خطرناک صورت حال ہے اور نفس کو اگر اسی طرح سوتا چھوڑ دیا گیا تو یہ اپنے ناعاقبت اندیش کاموں سے خود کو نہ صرف اس دنیا میں ہلاک کر لے گا بلکہ عقبیٰ میں بھی اس کا درحقیقت مانا ہوا نہ کوئی خدا ہوگا نہ رسولؐ نہ دین نہ ایمان۔ یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں، اماموں اور ہادیان دین نے خود کو ہمیشہ برضا و رغبت المناک شہادتوں، طرح طرح کی صعوبتوں اور قربانیوں کے لیے پیش کیا تاکہ غم والم مہیا ہو جو نفس انسانی کو جھنجھوڑے اور جگائے۔ جب یہ جاگ جائے تو وہی کرے گا جو ہم کہیں گے۔ ابھی ہم وہ کر رہے ہیں جو یہ کہہ رہا ہے۔

غم شہوات اور ہوئی کو کھا جاتا ہے۔ وہ مفلوج ہو جاتے ہیں۔ غم کی شدت محبت کی شدت کے مطابق ہوتی ہے۔ جس کو اپنے محبوب سے جتنی شدید محبت ہوتی ہے اس کو اس کے مصائب کا اتنا ہی شدید غم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فرد کے غم کے مدارج مختلف ہوتے ہیں۔ کسی نمازِ جنازہ میں اس باپ کی کیفیتِ غم جس کے اکلوتے جوان بیٹے کا جنازہ رکھا ہو یا اس بیٹے کے دل کا حال جس کے شفیق باپ کی میت سامنے ہو، یقیناً دوسرے نمازیوں سے بہت زیادہ اندوہناک ہوگی اور ان لمحات میں اس باپ یا بیٹے کی خواہشات و جذبات قطعاً مفلوج اور مردہ ہوں گے۔ نفس امارہ کے احکامات کا سلسلہ بند ہوگا۔ نہ وہ ہوں گے نہ اللہ کے احکامات سے ان کا ٹکراؤ ہوگا۔ یہ شرک ہوگا نہ معصیت۔ نفس پاکیزگی کے عالم میں ہوگا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوں گی۔ یہ بیدار و ہوشیار ہوگا۔ اسے یہ بے ثبات دنیا اور دنیوی زندگی اپنے اصلی روپ میں نظر آ رہی ہوگی۔ غم نفس کی تطہیر کر کے اسے قربِ الٰہی کی منزل پر لے آیا ہوگا اور مکروہات سے گلو خلاصی ہو چکی ہوگی۔ مگر افسوس کہ ایسے لمحات کا دورانیہ بہت مختصر ہوتا ہے۔

یہ دورانیہ صرف اس ایک ذات گرامی کی یادِ پیہم اور ذکر مسلسل سے بڑھایا جا سکتا ہے جس نے اپنا سب کچھ دے کر غم والم کے کبھی خشک نہ ہونے والے دریا بہائے ہیں اور نفس انسانی کی مسلسل اور مستقل بیداری کا ایسا اہتمام کیا ہے جس کی مثال تاریخ انسانی میں اور کہیں نہیں ہے۔ وہ جس کی قربانیاں ازل سے ابد تک کی قربانیوں پر بھاری ہیں۔ اس امامِ عاشقاں پورِ بتول، علی کے لعل اور رسولِ عربیؐ کے نواسہ کے لیے اللہ نے قرآن میں کہا:

> ''اور وہ جو مظلوم قتل کیا گیا اس کے ولی کو ہم نے بے شک (انتقام کا) اختیار دیا ہے اور اس کو (اللہ کی) نصرت بھی حاصل ہے پھر بھی (امید ہے کہ) وہ قتال میں نرمی کرے گا''۔ (بنی اسرائیل۔ آیت نمبر:۳۳)

وہ محسن انسانیت جس کی بارگاہ قدس میں جوش نے منقبت کا یہ نذرانہ پیش کیا:

اے حسین ابن علی اے بندۂ یزداں صفات
نور سے تیرے جھمکتی ہے جبین کائنات
محو ہو جائیں اگر دنیا سے تیرے واقعات
گنبدِ تاریخ پر چھا جائے ہیبت ناک رات
بھول سکتا ہی نہیں انسان قربانی تری
حافظہ کے فرق کا جھومر ہے پیشانی تری

اس محسن انسانیت کے والدین یعنی بتول عذرا اور علی الاعلیٰ عالمِ انسانیت کے وہ واحد والدین ہیں جن کے دس معصوم بیٹے پشت در پشت انسان کو بیدار کرنے کی تدبیر کرتے ہوئے دشمنانِ انسانیت درندوں کے ہاتھوں یا تو قتل ہوئے یا زہر سے شہید ہوئے یا نذر زنداں ہو گئے۔ جان دے کر مخلوق کو خالق کی بندگی کے آداب سکھانا ولایتِ مطلقہ کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت ولایت کی داعی ہے۔

حب حسینؑ حب نبیؐ سے پیدا ہوتی ہے۔ دونوں محبتوں کا محور ایک ہے۔ دونوں کی شدت لازم و ملزوم ہے۔ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو مہمیز کرتی ہے۔ نبی کریمؐ کا مشن نفسِ انسانی کو شرک اور غفلت کی نجاست سے پاک کرنا تھا۔ حسینؑ نے غم مہیا کر کے اسے ممکن کیا۔ نفس غم سے مغلوب ہو گیا۔ شہوات و ھدیٰ سے نجات ملی یعنی اسے موت سے پہلے موت آ گئی اور یہی جناب رسالتمآبؐ کا حکم تھا کہ ''موتو قبل انتموتو'' (موت سے پہلے مر جاؤ۔) اب بارگاہِ رسالت کا وہ فرمان واضح ہوا کہ ''حسینؑ منّی و انا من الحسینؑ'' (حسینؑ مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں۔) حق ہے۔ ظہور سے کربلا تک حسینؑ رسولؐ

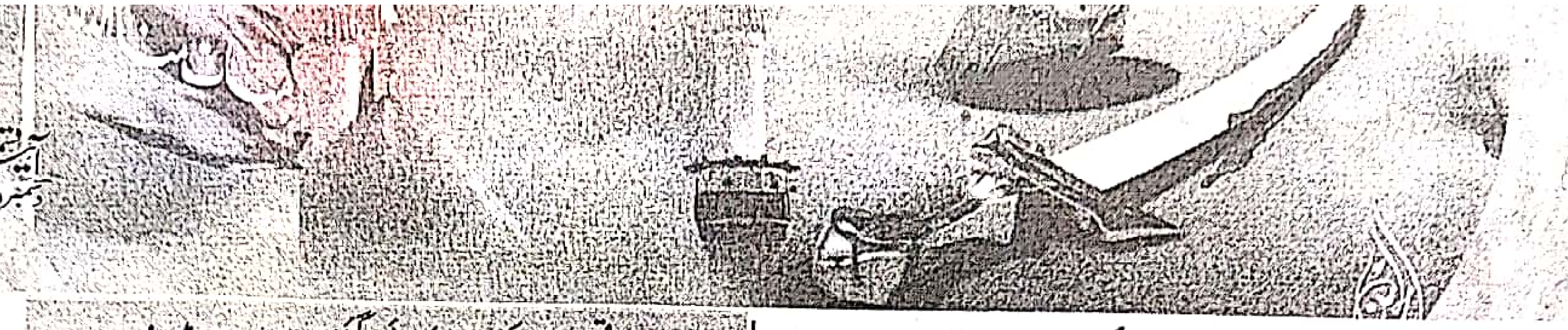

سے ہیں اور کربلا سے قیامت تک رسول حسینؑ سے ہیں۔

عزیزانِ گرامی! اپنے نفس کے باطن میں شھوات وھویٰ کی پسپائی کے حوالہ سے غمِ حسینؑ کی اثر انگیزی کا موازنہ مذہب کے مروجہ دیگر ارکان سے کریں تو پتہ چلے کہ اصل دین اور عینِ عبادت کیا ہے۔ ادیم نقوی اَعلی اللّٰہُ مَقامَہ نے کیا خوب کہا کہ "ہر اک عمل سے افضل غرض حسینؑ کا ذکر"۔ حقیقت یہ ہے کہ صلوٰۃِ حقیقی کی ادائیگی کربلا کے حوالہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کربلا میں نوعِ انسانی کو شھوات وھویٰ سے پاک کر کے نمازِ عشق کی ادائیگی کے آداب اس سلیقہ سے سکھائے گئے کہ ہر سن وسال اور ہر جنس کی نمائندگی پیش نظر رہی۔ کہتے ہیں کہ جس نے مردوں کی مصیبت کو دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا، اسے عورتوں کی مصیبت کو دیکھنا چاہیے اور جس نے عورتوں کی مصیبت کو دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا، اسے بچوں کی مصیبت دیکھنا چاہیے۔

حسینؑ مظلوم کے ان عزاداروں کے تصور میں ہیں جن کے آنسو اس محسن انسانیت کا خیال آتے ہی ابل پڑتے ہیں۔ کربلا کا بیابان آج بھی پیاسے بچوں کے جگر دوز سوالوں سے گونج رہا ہے۔ ان میں سب سے چھوٹا بچہ چھ مہینہ کا تھا۔ وہ بے زبان تھا۔ اسے بولنا نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنی سوکھی زبان دکھا کر پانی مانگا تھا مگر جواب آیا کہ:

ہاتھ پر قافلہ سالار کے اک طفلِ صغیر
فدیۂ راہِ خدا، تشنہ دہان سے بے شیر
مُوردِ جور و جفا، بے گنہ و بے تقصیر
نازنیں حلق پہ کھائے ہوئے اک ظلم کا تیر
تیر وہ جس نے کہ فطرت کا کلیجہ چھیدا
سینۂ ختمِ رسلؐ اور دلِ زہراؑ چھیدا

اس بچہ کا حال سن کر چھوٹے بچے آج بھی رو دیتے ہیں۔

اور جلتے ہوئے خیموں سے نکل کر صحرا میں بھاگتی ہوئی وہ بیبیاں جن کے ہاتھ پس گردن سے باندھ کر شہروں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا آج بھی اپنی عزادار خواتین کو خون کے آنسو رلاتی ہیں۔ یہ خواتین کہتی ہیں کہ:

جو جلایا گیا اس خیمۂ عصمت کی قسم
جو بہایا گیا اس خونِ حمیت کی قسم
جنسِ نسواں کی سسکتی ہوئی غیرت کی قسم
یعنی بے پردگیٔ آلِ رسالت کی قسم
قسم ان کی جو پھرائی گئیں بازاروں میں!
قسم ان کی جو لائی گئیں درباروں میں!

ہم کو ان سب کی قسم ہے کہ خود کو شھوات وھویٰ سے پاک رکھیں گے۔

اور مرد سینہ کوبی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہائے:

ضرب شمشیر سے مجروح سراپا کوئی
دونوں ہاتھوں کو کٹا ہوئے سقہ کوئی
سینۂ صاف پہ کھائے ہوئے نیزہ کوئی
پارہ پارہ تبر و تیر سے دولھا کوئی
سب کے سب راہرو منزل الفت بے سر!
مع سردار جماعت کی جماعت بے سر!

وہ سر جھکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

اے شھوات وھویٰ سے ہمارے نفوس کا تزکیہ کرنے والے
رسولؐ و بتولؑ کے پیارو تم سب پر ہمارا سلام ہو

محترم قاری! کیا آل پاک کے مصائب کا بیان پڑھ کر آپ پر گریہ طاری ہو گیا ہے؟ کیا آپ رو رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ٹھہریے۔ ان لمحات کو جانے نہ دیجیے۔ ان کے دورانیہ کو بڑھائیے۔ یہ ذکر بار بار کیجیے۔ نفس غمِ حسینؑ سے مغلوب ہو چکا ہے۔ اب اس میں کوئی خواہش کوئی جذبہ نہیں ہے۔ یہ شھوات وھویٰ سے پاک ہے۔ اس میں اب صرف غمِ حسینؑ ہے اور کچھ نہیں۔ وہ حسینؑ جو صرف مسلمانوں ہی کا محسن اور نجات دہندہ نہیں ہے بلکہ وہ ہر اس شخص کا نجات دہندہ ہے جو اسے اپنائے اور اس کے اندوہناک مصائب کی یاد پیہم سے اپنے نفس کو شھوات وھویٰ سے پاک کرے۔

عزیزو! یہ غم اس وقت شدید ہو جاتا ہے جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہائے ہم ایسے خبیث النفس لوگوں کی تطہیر کے لیے اللہ کے کیسے نیک اور پاک بندوں نے اپنی جانیں دے دیں اور عزادارو! یہ غم اس وقت اور بھی شدید ہو جاتا ہے جب ہمیں اس رحمت اللعالمین رسول عربی کی یاد آتی ہے۔ جس نے اپنے گھر کے تمام مردوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کو صرف اس امید میں آلام و مصائب کے حوالہ کر دیا کہ کم از کم اس کے اور اس کے اہل بیت کے غم کو تو نظر انداز نہیں کریں گے اور ان کے غم میں ڈوب کر موت سے پہلے شھوات وھویٰ سے پاک ہو جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

1404ھ میں چودہ سالہ جشنِ میلادِ حسینؑ کے موقع پر

محمد علی جناح کا پیغام

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق — یکے حسینؑ رقم کرد و، دیگرے زینبؑ

خطیب کربلا و نجف: علامہ ذوالفقار علی، راولپنڈی
نتیجۂ فکر: پیر سید ناظر حسین شاہ زنجانی

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

حُسَینُ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الحُسَینُ (رسالتمآب)
حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں

حضرت جوشؔ ملیح آبادی نے یوں مفہوم ادا کیا ہے۔

نطق جس کا نغمۂ ساز پیمبر وہ حسینؑ
تھا جو شرحِ مصطفیٰؐ تفسیرِ حیدرؑ وہ حسینؑ
تشنگی جس کی جوابِ مدحِ کوثر وہ حسینؑ
لاکھ پر بھاری رہے جس کے بہتر وہ حسینؑ
جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا

ختمی مرتبتؐ محافظ دین...... حسینؑ بقائے دین کے لیے۔

حضرت علامہ اقبالؒ نے اس شعر کو یوں کہا۔

درمیانِ امت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قل ھو اللہ در کتاب

بڑے آدمیوں کی زندگی کا ہر لمحہ اور اس لمحہ کی ہر واردات اپنے اندر ایک سبق اور ایک تلقین کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے اور بظاہر معمولی واقعات بھی تاریخ کا ایک حصہ بن کر زندہ رہتے اور اپنے ماننے والوں کو حرارت اور زندگی کا درس دیتے رہتے ہیں۔

قائداعظم، جنہوں نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی کمزور اور بے وسیلہ قوم کو ایک ملک حاصل کر کے دیا، وہ جس نے اپنے نحیف و نزار جسم کے ساتھ ہندو جیسی عیار اور انگریز جیسی شاطر قوم سے ایک فیصلہ کن سیاسی جنگ لڑی اور اپنی قوم کے لیے عزت و سربلندی سے زندہ رہنے کے اسباب فراہم کیے۔ حقیقتاً ایک تاریخ ساز اور انقلابی انسان تھے۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم ان کی عظمت کو آج تک نہ پا سکے اور ان کی زندگی کے بے حد تابناک اور روشن واقعات بھی ہمارے تغافل کی مانند ہوتے رہے ہیں۔

قائداعظم اور تحریک پاکستان پر مشتمل تمام طبع شدہ مواد کو پیشِ نظر رکھا۔ اور قائداعظم کی زندگی کے یہ اہم اور تاریخی واقعات یک جا کر کے نئی نسل کے مطالعہ کے لیے مواد فراہم کر دیا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ

جس عظیم فریضہ، حوصلہ اور قربانی کی مثال حضرت امام حسینؑ نے پیش کی ہے اس سے بہتر مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان کی عظیم سیرت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اس پر عمل کرے۔

نئی دہلی، ذوالجناح کا جلوس اور قائداعظم

یہ کوئی ماہ صفر 1943 کی بات ہے۔ نئی دہلی کے بعض مومنین و سادات نے راجہ آف محمود آباد کے توسط سے قائداعظم سے درخواست کی کہ ہم سید الشہداء کا جلوس برآمد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ گورنر سے بات کریں کہ آئی جی ہمیں اجازت دے۔ پولیس اجازت نہیں دے رہی تھی۔

قائداعظم گورنر سے محوِ گفتگو تھے کہ اچانک اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہا۔ میری قوم کا جلوس نکلنے والا ہے۔ میں نے ان کی قیادت کرنا ہے۔ اس لیے بات

بقیہ صفحہ نمبر 26 پر

ماہنامہ "آئینۂ قسمت" کا آن لائن مطالعہ کریں www.astrologyavenue.com

Scanned with CamScanner

انتخاب و پیشکش: علامہ ذوالفقار علی جعفری

غیر مسلموں کی واقعۂ کربلا سے عقیدت

The Night of Martyadon

Black-Robed, Bare Footed, With Dim Eyes That Rain
Wild tears in memory of the woeful plight
And hands in blind, Rhythmic anguish smite
Their Blood-Stained bosoms to A sad Refrain
From the old, haunting legend of Thy Pain
Thy votaries mourn thee thro the tragic night
With mystic dirge and melancholy rite
Crying to thee Hussain! Ya Hussain!
Why do thy Myraid lovers so lament, sweet saint?
In not thy matchless martyrhood the living BVanner and Brave Covenant
of The high creed, Thy Prophet did procliam
Be queathing for the World's Beatitude
Thy endouring loveliness of Allah's Name?

شبِ شہادتِ عظمیٰ

منظوم ترجمہ: مولانا صفی لکھنوی

برہنہ پا، سیاہ پوش، چشم سفید، اشکبار تیری
مصیبتوں پہ آہ، روتی ہے خلق زار زار
سینہ زنی کی دھن میں سب، سوز کے ساتھ سازِ غم
سینۂ خونچکاں پہ ہاتھ، درد بھرا وہ تال سم
پیش نگاہِ مومناں، قتل کی رات کا سماں
جوش دلی و بیخودی، تا بہ سحر یہی فغاں
ہائے حسینؑ بے وطن، وائے حسینؑ بے کفن
پیارے ولی حق نما، تیرے محبّ باصفا
روتے ہیں جو ہزارہا اس کا سبب نہیں کھلا
تیری وہ سرفروشیاں، تیری بہادرانہ شان
جس کی نہیں کوئی مثال، گاڑ گیا وہ اک نشان
جد سے وراثتاً ملی، دولتِ دینِ بے زوال
مایۂ ابتہاجِ خلق، عشقِ خدائے لایزال
عاشق ربِّ مشرقین، کشتۂ تشنہ لب حسینؑ

شری متی سروجنی نائیڈو کی مظلوم کربلا سے عقیدت

سروجنی چتوپادھیائے **(Sarojini Chattopadhyay)** جو بعد میں سروجنی نائیڈو کے نام سے مشہور ہوئیں، کلن **(Kulin)** برہمنوں کے بنگالی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد اگرناتھ چتوپادھیائے **(Agornenath Chattopadhyay)** نے ایڈنبرگ یونیورسٹی سے سائنس میں ڈگری لینے کے بعد ریاست حیدرآباد میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، جہاں انھوں نے حیدرآباد کالج قائم کیا اور اس کے منتظم بھی رہے۔ یہی کالج آگے چل کر ''نظام کالج'' کہلایا۔

اسی دور میں سروجنی نائیڈو انڈین نیشنل کانگریس میں بھی متحرک رہیں۔ **1925**ء میں وہ کانگریس کی صدر منتخب ہوئیں۔ تحریکِ آزادی ہند کے دوران پانچ مرتبہ جیل بھی گئیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ ہمہ وقت مشکل تعلقات میں کبھی کبھی نائیڈو کو اس بات پر بھی مامور کیا گیا کہ وہ تنازعات کے مشکل وقت میں حالات کو معمول پر لائیں۔ وہ ہمیشہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی دوست رہیں۔ **1947**ء میں پاکستان کی آزادی کے بعد وہ اتر پردیش (یو۔پی) کی پہلی گورنر مقرر ہوئیں۔ ریاست کے دارالخلافہ لکھنؤ میں مارچ **1949**ء کو ان کا انتقال ہوا۔

سیّد علی اکبر رضوی نے اپنی کتاب میں سروجنی نائیڈو کی ایک نظم پیش کی ہے۔ اسی کے ساتھ مولانا علی لکھنوی کا منظوم اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ موصوف محترم کے شکریہ کے ساتھ پیش قارئین ہے:

شری متی سروجنی نائڈو

مجھے فخر ہے ان لاکھوں انسانوں میں میرا نام بھی شامل ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے عظیم کارنامے کی یاد نہایت ادب و احترام سے پوری دنیا میں منا رہے ہیں۔

کربلا کا المیہ تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اسی طرح تازہ ہے اور اتنا ہی دل گداز ہے جتنا اس دن تھا جب اسلام کے عظیم ترین رہنما کو شہید کر دیا گیا تھا۔

www.astrologyavenue.com ماہنامہ ''آئینۂ قسمت'' کا آن لائن مطالعہ کریں

محمد امیر احمد خاں مہاراجہ محمود آباد

دنیا فتوحات کی یاد منایا کرتی ہے لوگ ان کے مجسمے نصب کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی طاقت اور جواں مردی سے اپنے دشمنوں کو شکست دی۔ دنیا کے برخلاف مسلمان ایک ایسی شکست اور تباہی کی یاد مناتے ہیں جس سے باطل قوت کے ہاتھوں حق کے نمائندے حضرت امام حسینؑ دوچار ہوئے۔ امام حسینؑ نے جان دے دی لیکن ظلم اور بے انصافی کے سامنے سرنہیں جھکایا۔ ان کی یہ بظاہر شکست ہرانسان کے دل میں ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ دنیا کو اس شکست میں انسانی اقدار کے تحفظ اور بقا کا سامان مل سکتا ہے کہ وقتی شکست نے دائمی فتح کی صورت حاصل کرلی۔

دیوان بہادر کرشن لال جھاویری، سابق چیف جسٹس بمبئی

مجھے حسینؑ ڈے کی تقریبات میں سے ایک کی صدارت کا موقع ملا اور میں نے دیکھا کہ ہزاروں سامعین نہایت ادب اور احترام سے تقریریں سن رہے ہیں۔ سامعین کی توجہ کے میرے نزدیک دو سبب ہوسکتے ہیں۔ (۱) کربلا کے واقعات انتہائی المناک ہیں اور ہر سننے والا ان سے متاثر ہوتا ہے۔ (۲) معرکہ کربلا میں حق اور باطل کا مقابلہ ہوا تھا اور بظاہر فتح باطل کی قوت کو ہوئی تھی۔ آخر امام حسینؑ نے یزیدی افواج سے مقابلہ کیوں کیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ سوال لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ حقیقت کہ امام حسینؑ نے اپنی گنتی کے چند ساتھیوں کے ساتھ ہزاروں کی تعداد پر مشتمل فوج سے مقابلہ کیا۔ کسی دنیوی مقصد کے لیے نہیں بلکہ حق و صداقت کا معیار قائم کرنے کے لیے۔ یہ مثالی قربانی ایک مشعل کی طرح رہتی دنیا تک اندھیروں میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

دستور کیخسرو ماھی یار قطر
پارسیوں کا مذہبی سربراہ اعلیٰ

اگر عظیم شہیدوں کی قربانیاں سامنے نہ ہوتیں تو دنیا اعلیٰ اخلاق، مذہب اور سچائی سے خالی ہوجاتی۔ احسانِ عظیم ہے دنیا پر ان شہیدوں کا جنہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی۔ حضرت امام حسینؑ نے انسانیت کی خدمت میں اپنی جان کی قربانی دی ہے۔ ہمیں ان کی یاد عملاً بھی منانا چاہیے۔ ان کی قربانی کی قدر کرنے کے ساتھ ان کے نقش قدم پر بھی چلنا چاہیے۔ یہی شہیدِ اعظم کی یاد منانے کا صحیح طریقہ ہوسکتا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو

حضرت امام حسینؑ کی قربانی اور جرأت کے کارناموں نے گزشتہ تیرہ صدیوں میں بے شمار انسانوں پر بڑے دور رس اثرات ڈالے ہیں۔ ان کارناموں کی یاد منانے میں شمولیت میرے لیے باعث سعادت ہے۔

☆☆☆

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ
بھارت کے غیر مسلم ہندو شعرا کا خراجِ عقیدت

جے سنگھ

ہے آج بھی زمانے میں چرچا حسینؑ کا
چلتا ہے ساری دنیا میں سکہ حسینؑ کا
بھارت میں گر وہ آتا تو بھگوان کہتے ہم
ہر ہندو نام پوجا میں جپتا حسینؑ کا
مذہب کی قید ہی نہیں ذکرِ حسینؑ میں
ہر حق پرست ہو گیا شیدا حسینؑ کا
اہلِ وفا تو پڑھتے ہیں کلمہ رسولؐ کا
ہم ہندوؤں نے پڑھ لیا کلمہ حسینؑ کا
ہم باغیوں کے سامنے حُر کی مثال ہے
چمکاتا ہے نصیب اشارہ حسینؑ کا
ظلمت کی طرح مٹ گیا دنیا سے تو یزید
لیکن دلوں پہ آج ہے قبضہ حسینؑ کا
اس میں نہیں کلام کہ ہم بت پرست ہیں
پلکوں سے اپنی چومیں گے روضہ حسینؑ کا
جے سنگھ پناہ مانگے گی مجھ سے نرک کی آگ
میں ہندو ہوں مگر ہوں میں شیدا حسینؑ کا

ماہنامہ "آئینۂ قسمت" کا آن لائن مطالعہ کریں www.astrologyavenue.com
Scanned with CamScanner

فراق، مدن کمار

واقعات کربلا رو کر سناتے جائیں گے
ہو کے ہندو تعزیہ سر پر اٹھاتے جائیں گے
کربلا والو تمہارے سر کی کھاتے ہیں قسم
یہ مٹاتے جائیں گے اور ہم بناتے جائیں گے

☆......☆

فراق، موہن کمار

موہن کمار لکھنؤ کے اچھے شاعروں میں ہیں۔ جعفر حسین خاں جونپوری نے اپنی کتاب میں ان کا نام شامل کیا ہے۔ "مرثیہ نگارانِ اردو" میں ان کا ایک سلام ملتا ہے۔ انھوں نے مسدس بھی کہا ہے لیکن وہ دستیاب نہیں ہوسکا۔

جلوۂ حسینؑ

چھایا ہے دو جہان میں اُجالا حسینؑ کا
ہر گھر میں ہوتا رہتا ہے چرچا حسینؑ کا
کیوں کر نہ محوِ دید ہو فطرت کی یہ نگاہ
قدرت کے آئینے میں ہے جلوہ حسینؑ کا
آخر کو جور و ظلم فنا ہو کے رہ گئے
بدلا کسی طرح نہ ارادہ حسینؑ کا
ان کے ہی در پہ جھکتی ہے کونین کی جبین
اتنا بلند ہو گیا سجدہ حسینؑ کا
دنیائے عقل جتنا بھی سمجھی ہے آج تک
اس سے بہت بلند ہے رتبہ حسینؑ کا

☆......☆

سری

سری کا زمانہ **1750**ء کے قریب تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کا پورا نام اور حالات دستیاب نہیں ہیں۔

ماہ محرم گہن پرن کا شور ہوا سب غم کا
جگ میں غم پر گٹ ہوا یا ہانک پڑا ماتم کا
کنج حفی سیوں شہ کے غم کے آگ لگی ہے جگ میں
تن میں دل انگار ہے سلگا بادل کا یکدم کا
ندا الست بربکم سن قالو بلا کہے سو
وہی بلا کربل میں آیا بالا شہ اکرم کا
من رانی نقدر بہ الحق سن سروں سوں دکھے
سری اب کیا پھر تم پوچھے معنی اسم اعظم کا

☆......☆

بانی، راجیندر منچندا

نئی غزل کا طرح دار اور تازہ گو شاعر بانی نومبر **1932**ء میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد دہلی چلے گئے۔ معروف محقق گوپی چند نارنگ نے لکھا ہے، "بانی کی شاعری محبت کی جسمانیت یا اس کے جذباتی رومانوی پہلو سے بڑی حد تک پہلو تہی کرتی ہے۔ نئی غزل کے شعرا میں شاید ہی کوئی دوسرا شاعر ہو، جس نے جسم وجاں کے تذکرے اور حواس کی تھرتھراہٹوں سے اس حد تک صرف نظر کیا ہو، اور اس کے باوجود اپنی غزل کو نگاہوں کا مرکز بنا لیا ہو۔ بانی صحیح معنوں میں غزل کے نوکلاسیکی شاعر ہیں۔

بانی نے معاشیات میں ایم اے کیا تھا۔ جب تک صحت قائم رہی وہ ایک معمولی اسکول میں مدرس رہے۔ کئی برس تک گٹھیا اور گردوں کی تکلیف میں مبتلا رہے۔ بالآخر **11** اکتوبر **1981**ء کی شب دہلی کے ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف انچاس برس تھی۔ بڑے صابر شخص تھے۔

بانی یا پہلا مجموعہ "حرفِ معتبر" **1972**ء میں اور دوسرا مجموعہ "حساب رنگ" **1976**ء میں شائع ہوا۔ تیسرا مجموعہ شعری "شفق شجر" **1982**ء میں ان کے گزر جانے کے بعد دہلی سے منظر عام پر آیا۔

شہ کہتے تھے صف شکنی سے نہیں ڈرتا
بازو میں مرے زور ہے خیبر شکنی کا
زہراؑ کا کلیجہ ہوں دل شیرِ خدا ہوں
سیّد ہوں نواسہ ہوں رسولِؐ مدنی کا
اشک اپنے کہیں سرخ ہیں یادِ شہدا میں
پھیکا ہے بہت رنگ عقیقِ یمنی کا

☆......☆

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ **24** اپریل **1934**ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

ڈاکٹر موصوف معروف استاد گوپی ناتھ امن لکھنوی کے صاحب زادے اور

استاد شاعر گرسرن ادیب لکھنوی کے بھتیجے ہیں۔ ابتدائی تعلیم جامعہ ملیہ دہلی میں حاصل کی۔ پھر ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ ان کا خاندان علم دوست بھی تھا اور اردو زبان وادب کا شیدائی بھی۔ ہندی ان کی زبان تھی۔ فرانسیسی، فارسی اور پشتو بھی پڑھیں اور اپنے مطالعہ کو وسعت دی۔

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ کے والد تحریکِ آزادیٔ ہند کے سرگرم سپاہی رہے۔ سوانھوں نے بھی یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات میں ریڈر کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے تحریکِ آزادی میں شامل رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ میں بھی دلچسپی برقرار رکھی۔ صحافت سے بھی متعلق رہے۔ ان کی مختلف النوع خدمات کے اعتراف میں ہندوستانی حکومت نے پدم بھوشن کے اعزاز سے نوازا۔

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ شاعری کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ یہ ان کا ورثہ بھی ہے۔ ان کے والد اور چچا کے علاوہ ان کے دادا مہادیو پرشاد بھی شاعر تھے اور عاصی لکھنوی کے تخلص سے پہچانے جاتے تھے۔ ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ نے شاعری کی آغاز نعت ومنقبت وسلام وقصائد سے کیا۔ اپنی اس عقیدات کا اظہار انھوں نے کیا ہے:

میں ہوں ایک بندۂ احقر مگر یہ نازل ہے مجھ کو
عقیدت ہے محمدؐ سے، علیؑ سے، آلِ حیدرؑ سے
میری فکر و نظر کو مل رہی ہے روشنی پیہم
مدینے سے، نجف سے، کربلا کی خاک اطہر سے

☆☆☆

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ نے پہلا مرثیہ **1996**ء میں کہا۔ اس مرثیہ کا عنوان ''جہاد فی سبیل اللہ'' تھا۔ مرثیہ حمد سے شروع ہوتا ہے۔ ''خلاق کائنات وہ ذات عظیم ہے''۔ ڈاکٹر سیّد عاشور کاظمی نے لکھا ہے:

لفظ ''کُن'' سے تخلیقِ کائنات کے بعد تخلیقِ آدم، وعدۂ الست، سلسلۂ ہدایت، کتاب کا نزول، ختمی مرتبت کی نبوت، جہاد، سیّدہ کا جہاد، علی مرتضیٰ کا جہاد، امام حسینؑ کا جہاد اور پھر امام حسینؑ کا جہاد، ان کی شہادت، اہل حرم کی بے کسی اور مظلومیت، ان سارے موضوعات پر اپنے مرثیے ''جہاد فی سبیل اللہ'' میں عالمانہ انداز میں استدلال کیا ہے۔

سیّد عاشور کاظمی صاحب نے عنوانات کے ساتھ بند پیش کیے ھیں۔ ملاحظه فرمائیے:

اک لفظ ''کُن'' سے ہوگیا آغاز کائنات — دو حرف کی ہے گونج یہ آواز کائنات
ہے عیاں بھی اور نہاں راز کائنات — در پردہ حمد نغمۂ ساز کائنات
تخلیقِ کائنات ہوئی اس کے نور سے
ہر ذرّہ آفتاب ہے جس کے ظہور سے

اشرف المخلوقات قرار دینے پر استدلال:

کچھ کیجیے خیال یہ رتبہ ملا ہے کیوں — مخلوق میں شرف کا یہ درجہ ملا ہے کیوں
ان سے بندگی کا یہ رشتہ ملا ہے کیوں — دنیا میں زندگی کا سلیقہ ملا ہے کیوں
دی عقل تاکہ فرق کریں نیک و بد میں ہم
تمیز دی ہمیشہ رہیں اپنی حد میں ہم

رسالت کا نزول اور اس کا جواز:

اہلِ دیں کے واسطے نازل ہوئی کتاب — دنیا و آخرت کے لیے ہے جو لاجواب
مرضی خدا کی ہوگئی امت پہ بے نقاب — ہر لفظ جس کا معرفتِ حق کا ایک باب
آغاز جس کا ''با'' سے ہے انجام ''سین'' ہے
مطلب یہ تھا کہ بس یہی اللہ کا دین ہے

مزید:

شوق و جنون جنگ نہیں معنیٔ جہاد — مطلب نہیں ہے یہ کہ بپا شر ہو یا فساد
قصور نہیں گروہ کا، یا فرد کا مفاد — یعنی نہ اقتدار، نہ شہرت، نہ جائیداد

☆......☆......

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ

غمِ شبیرؑ میں احساں ان آنکھوں کا نہ بھولوں گا
انہیں سے لختِ دل لختِ جگر باہر نکلتے ہیں
نظر آ جاتی ہے بزمِ عزا سے راہ جنت کی
شہیدِ کربلا کے غم میں جب رو کر نکلتے ہیں
شریعت کے جواہر کا پتہ بن لو نظر بازو
یہ جوہر کربلا کی خاک کے اندر نکلتے ہیں
شہیدِ کربلا کی یاد رہ رہ کر ستاتی ہے
سرِ اشک خونِ دل آنکھوں سے تھم تھم کر نکلتے ہیں

☆......☆......

Scanned with CamScanner

منصور پہ ہر طرح سے فائق ہیں حسینؑ
کیا بندے ہیں اللہ کے عاشق ہیں حسینؑ
کچھ بھی نہ کہا زبان سے کرنا کیا
خود بین نہیں وہ عاشق صادق ہیں حسینؑ

☆

ہستیم بجان و دل سلامی حسینؑ
ہستیم فدائے نام نامیٔ حسینؑ
می بیں کہ چہاست نو روسینہ ما
داریم بہ دل داغ غلامی حسینؑ

☆

سلامی کربلا ہے اور میں ہوں
غمِ کرب و بلا ہے اور میں ہوں
کہا شہؑ نے نہیں کوئی رفیق اب
فقط ذات خدا ہے اور میں ہوں
دیا ہے اپنا سر میں نے خوشی سے
قضا ہے یا رضا ہے اور میں ہوں

جو کچھ وعدہ کیا پورا کروں گا
یہ خنجر ہے گلا ہے اور میں ہوں

☆......☆......

جوہر بلگرامی، شنکر سہائے

دل میں اب تک ہے غمِ شاہ شہیداں باقی
دردِ دل جائے تو کیوں کر نہیں درماں باقی
یہ وہی درد ہے جس سے کہ ہے ایماں باقی
ہیں شہادت کی بدولت ہی مسلماں باقی
شدت کفر سے بے زار تھا ایماں جس دم
حفظِ دیں کے لیے میداں کو بڑھے کس کے قدم
کون تھا جس پہ تھا ماحول کا مطلق نہ اثر
حق کے میداں سے قدم جس کے نہ اکھڑے جم کر
تشنہ لب پیتا رہا آب رضا کے ساغر
جز حسینؑ اور تھا کون ایسا جری و صفدر

......☆......☆

خاندان زنجانیہ عالیہ کو صدمہ

مرحوم کا آخری دیدار

چیف ایڈیٹر "**آئینہ قسمت**" شہزادہ سید انتظار حسین شاہ زنجانی کے تایازاد بھائی پیر سید عاشق حسین شاہ زنجانی سجادہ نشین دربار عالیہ پسیانوالہ شریف (نارنگ منڈی) تحصیل و ضلع شیخوپورہ 9 نومبر 2009ء مختصر علالت کے بعد 95 سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی کو جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥ آپ کی حالیہ رہائش گاؤں لدھڑ (نزد ڈیفنس لاہور) میں تھی۔ مرحوم نے پسماندگان میں تین صاحبزادے سید عارف حسین شاہ زنجانی، سید اعجاز حسین شاہ زنجانی، سید زیارت حسین شاہ زنجانی اور ایک بیٹی کے علاوہ درجنوں پوتے پوتیاں نواسے چھوڑے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کی ابتداء مدرسہ حزب الحناف (داتا گنج بخش لاہور) سے درس نظامی کر کے شروع کی اور اپنے والد گرامی مرشد کامل پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ زنجانی برادر بانی ادارہ آئینہ قسمت الحاج سید ناظر حسین شاہ زنجانی کے بعد دربار عالیہ پسیانوالہ کی سجادہ نشینی کا منصب سنبھالا آپ کی شادی (بدوملہی) تحصیل و ضلع نارووال ہوئی۔ آپ اپنی زندگی کے کچھ سال وہاں بھی رہے۔ ملک بھر خصوصاً پنجاب میں آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

قارئین آئینہ قسمت سے اپیل ہے کہ مرحوم کے بلندیٔ درجات کے لیے سورۃ فاتحہ، تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب ان کو ہدیہ کریں۔

تعزیت کرنے والے رابطہ: سید عارف حسین شاہ زنجانی، سید اعجاز حسین شاہ زنجانی، سید زیارت حسین شاہ زنجانی

نزد دربار پیر سید سردار شاہ زنجانی، گاؤں لدھڑ شریف، بیدیاں روڈ، نزد ڈیفنس، لاہور کینٹ

سپاس گزار، شریکِ غم شاہ زنجانی و فیملی

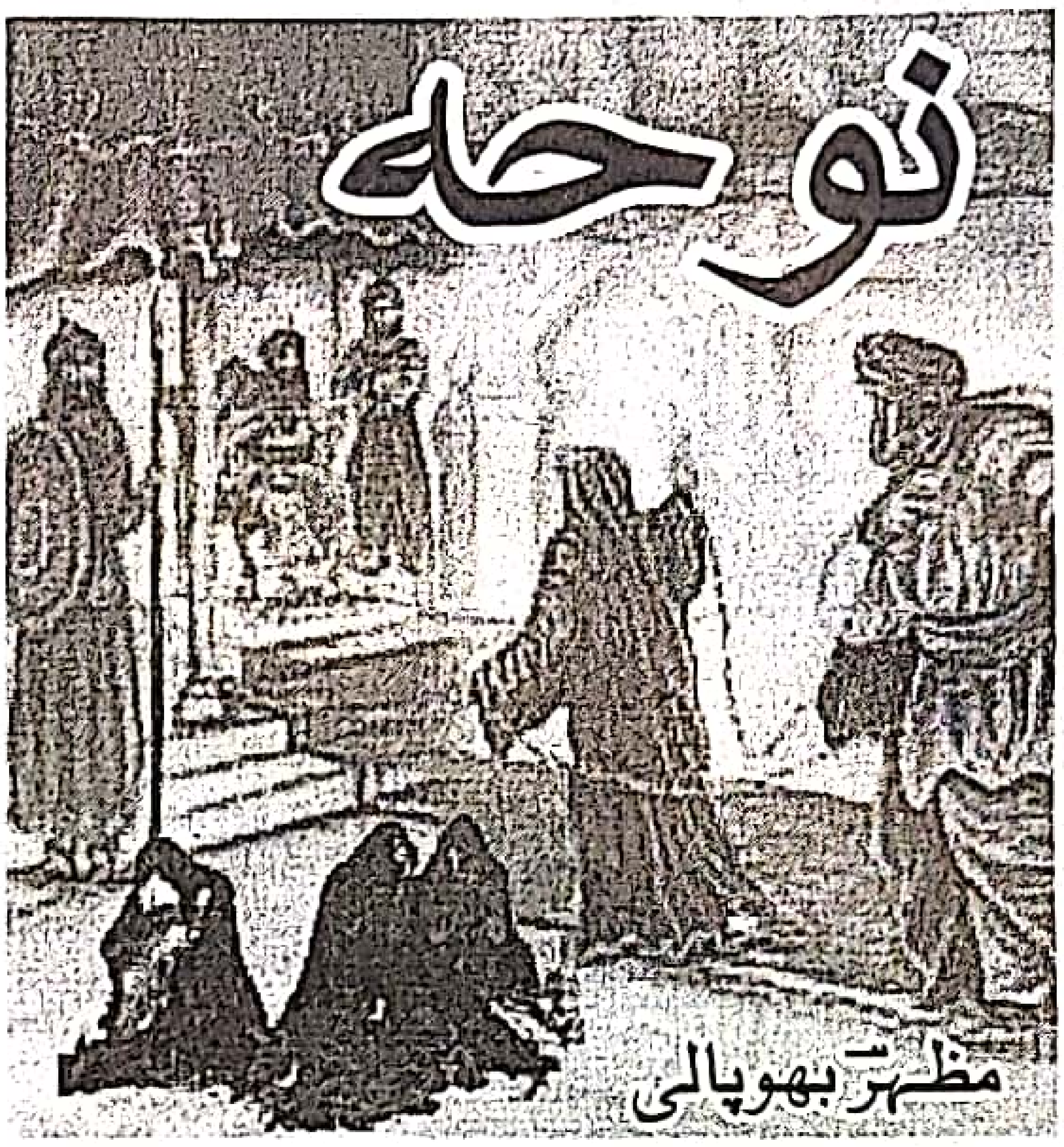

اہلِ حرم جو شام کے دربار کو چلے
بے مقنع بیبیاں تھیں اور بال تھے کھلے
زینب یہ کہہ رہی تھیں کہ بابا ہو تم کہاں
جلد آؤ میرے پاس کہ مشکل تو یہ ٹلے
بیمار کے گلے میں بھی طوق و رسن ہے آج
نازوں کے جو پلے تھے وہ پیادہ پا چلے
کہتی تھیں یہ سکینہ کہ آ جاؤ اب چچا
چاروں طرف ہے تیرگی اور خیمے بھی جلے
اے ارضِ نینوا تو ہی رکھنا ذرا خیال
سوئے ہیں میرے لعل بھی اس خاک کے تلے
کیوں کر یہ حشر سا ہے بپا آج پھر مظہر
آنسو ہماری آنکھ کے نالوں میں کیوں ڈھلے

☆......☆......☆

غم آلِ محمد کے جس بار بیاں ہوں گے
آنسو مری پلکوں سے ہر بار رواں ہوں گے
عابد سے یہ کہتے تھے سب پاؤں کے چھالے
آقا جہاں جاؤ گے ہم ساتھ وہاں ہوں گے
پانی کے لیے اصغر رن کو نہ چلے جانا
مقتل میں جو جاؤ گے واں تیر و سناں ہوں گے
مادر نے کہا شہ سے اصغر کو نہ لے جائیں
مقتل کو تو جائیں گے جس وقت جواں ہوں گے
کیا حال ہوا ہو گا زنداں میں سکینہ کا
عمو نہ جہاں ہوں گے بابا نہ جہاں ہوں گے
سوئے ہیں حرم سارے جاگیں نہ ابھی ورنہ
پھر حشر بپا ہو گا جب نوحہ کناں ہوں گے
کیا خوف ستائے گا محشر میں تمھیں مظہر
غم آلِ محمدؐ کے جب وردِ زباں ہوں گے

☆......☆......☆

انتخاب: شاہ زنجانی

سرزمینِ افریقہ کے خاندانِ رسالت سے تعلقات

میں نے حال ہی میں آئینہ کربلا کے متعلق ایک کتاب تالیف کی ہے **Tragedy of Keballo-African Contribution**
''المیۂ کربلا اور اس میں افریقہ کا حصہ'' یہ کتاب افریقہ میں مذہب شیعہ اثنا عشریہ کی پہلی تبلیغی کتاب ہوگی۔ یہ کتاب محرم الحرام 1379ھ میں یا اربعین 1379ھ میں تین زبانوں میں شائع ہو رہی ہے۔ افریقہ کی زبان سواحیلی میں، انگریزی اور گجراتی میں۔
اس کتاب کا ایک باب قارئین رضا کار کے لیے ارسال کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔ طالب دعا، دور افتادہ مریضن۔
آپکا اپنا خادم: محمد لطیف انصاری

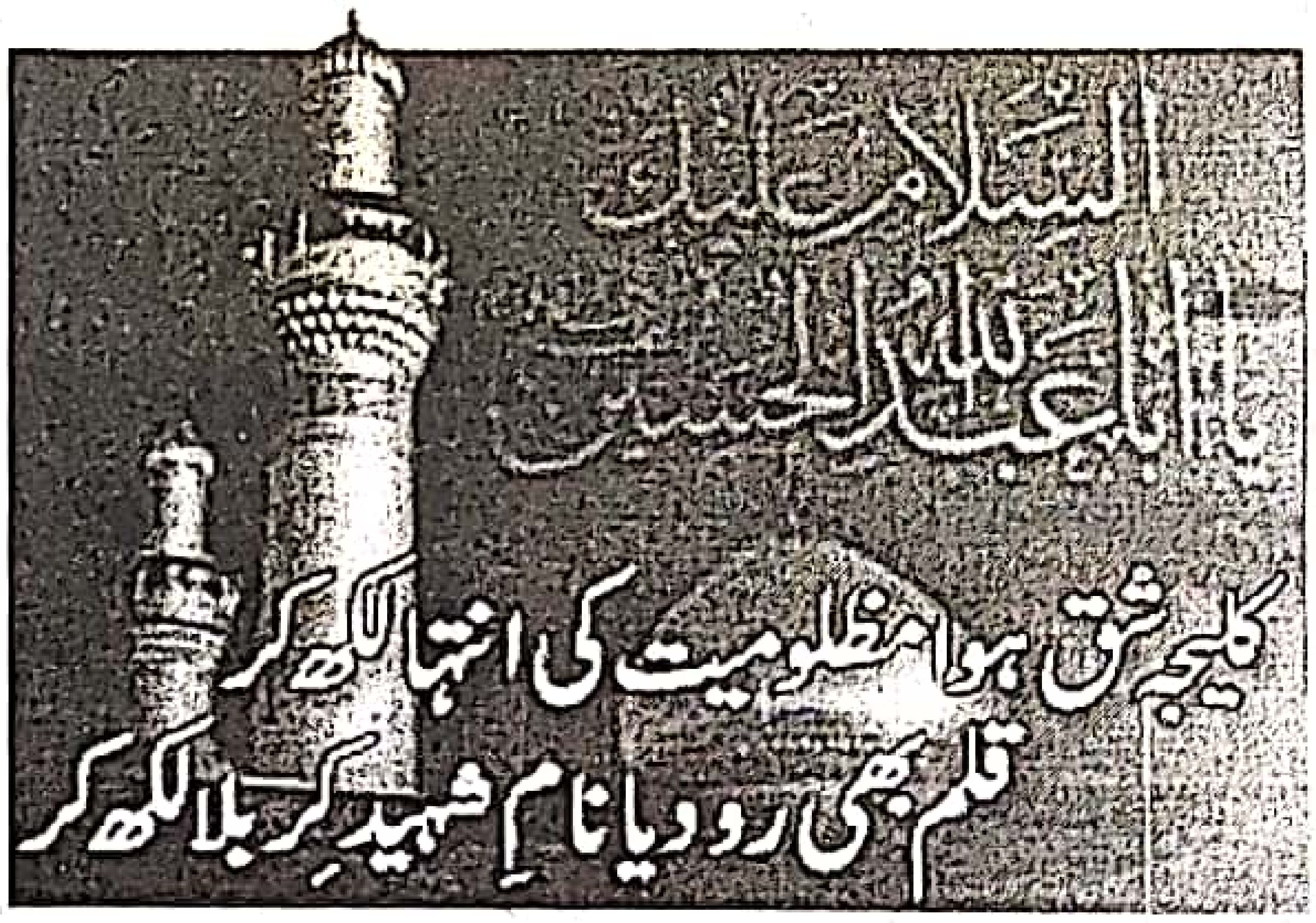

جدۂ امجدۂ سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ و ائمہ اثنا عشرہ والدۂ محترمہ حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام شرف افریقہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا

حضرت ابراھیم خلیل اللّٰہ علیہ السلام اور ہدایت خلق کے دو سلسلے

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام اللہ کے مقدس رسول اور ہمارے آقا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ کے جد امجد بھی ہیں اور انبیاء بنی اسرائیل کے بھی۔ اس لیے انہیں جد الانبیاء کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے دو سلسلہ ہیں۔

اسماعیلی سلسلۂ ہدایت

(۱) حضرت ابراہیم کے فرزند اسماعیل ذبیح اللہ کی اولاد کا سلسلہ ہے اور اس سلسلہ کی صدف رسالت ہے رسالت کو درِ یتیم نبوت گوہرِ شاہوار ہدایت محض حضرت مصطفیٰؐ خاتم الانبیاء اور نبوت ختم ہونے کے بعد نبوت کا بدل ولایت کو نہ اور خاندانِ رسالت ہے۔ اس سلسلہ میں آئمہ اللہ جو منصبِ ولایت و امامت وصایت و خلافت کے مدارج پر فائز ہیں۔ اس سلسلہ کی امتیازی مثال ہے۔ حضرات کسی محدود گروہ یا محدود ملک کے لیے مبعوث نہیں ہوئے ہیں۔ یہ کافۂ ناس اور جمیع خلقِ خدا کے وابستہ ہیں۔

وحی سلسلۂ ہدایت

یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اصغر حضرت اسحاق علیٰ نبینا علیہ السلام سے چلا۔ اس سے انبیاء بنی اسرائیل حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر بنی اسرائیل علیہم السلام ہوئے۔ یہ انبیاء علیہم السلام محدود اور لامحدود ممالک کے لیے تھے۔ یہ تمام انسانوں اور نسلوں کی ہدایت کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔

اصول اور اس کی توضیح

جو سلسلہ تمام بنی نوع انسان، تمام نسلوں، تمام اقوام کے لیے اللہ کی طرف سے مقرر تھا۔ اس سلسلہ کے لیے ضروری تھا کہ اسے دنیا کی تمام نسلوں سے

وابستہ کر جائے۔ اس لیے اللہ کی قدرت مطلقہ نے تمام دنیا کی اور قوموں کی پاک و پاکیزہ مخدرات کو چن کر انہیں سرکار اور ائمہ اثنا عشر کے لیے ارحام قرار دیا اور بعض مختلف النسل کو ان کی خدمت کا شرف بخشا۔

شرف افریقہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا افریقہ کے شہر کی شاہزادی، اس سلسلۂ عالیہ کا سنگ بنیاد قرار دیا جو افریقن نسل کا فخر ہیں۔

حضرت ام ایمن برکت ایک محترمہ افریقہ خاتون سرکار رسالت کے اس ورثہ میں شامل تھیں جو آپ کو آپ کے والد حضرت عبداللہ سے ملا۔ رسول اللہؐ کی کھلائی قرار دی گئیں۔

نازشِ افریقہ حضرت فضہ سلام اللہ علیہا کو چار ائمہ کی طرز کا شرف بخشا گیا۔ یعنی حسنین و سید الساجدین و امام ہونے ان کی باعظمت گود میں پرورش پائی۔

حضرت شہر بانو جو آریائی نسل کا فخر ہیں۔ سید الساجدینؑ قرار دی گئیں۔ اور عجم کی شاہزادی ہیں۔

اللہ نے ایک آریائی نسل کی خاتون حضرت حمیدہ مصفاۃ باب الحوائج امام موسیٰ کاظمؑ کی والدہ ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

(۶) اللہ نے ایک افریقی نسل کی محترمہ خاتون حضرت تکتم کو امام ضامن ثامن علی ابن موسیٰ الرضاؑ کی والدہ ماجدہ ہونے کی بزرگی سے ممتاز فرمایا۔

(۷) اس کے بعد اللہ نے ایک افریقی خاتون حضرت سبیکہ نوبیہ کے شکمِ اقدس کو حضرت امام محمد تقی الجوادؑ سے ممتاز فرمایا۔

(۸) حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ معظمہ جلیلہ مغرب کا شرف سمانہ مغربیہ ہیں۔

(۹) حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ حضرت سلیل عجمی شاہی خاندان کا شرف ہیں۔

(۱۰) سرکار بقا قائم آل محمدؐ امام منتظر مہدیؑ ہادی کی والدہ حضرت نرجس خاتون سرزمین یورپ کا شرف ہیں۔ یہ روما کے شاہی خاندان سے ہیں۔

تلک عشرۃ کاملہ

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی نبوت و رسالت، ولایت و امامت کی امانتوں کو کن امانت گاہوں میں رکھے۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم

یہ سارا اہتمام اس لیے تھا کہ دنیا کے عالمگیر مذہب کے انبیاء وائمہ اولیاء سے دنیا کی کسی نسل کو اجنبیت نہ رہے، وہ خاندانِ رسالت وولایت وامامت میں اپنی قومیت کی جھلک دیکھ کر اسی عالمگیر مذہب کو اختیار کریں۔ یہ اللہ کی مجوزہ کشش تھی یہ خدائے حکیم وخبیر کی مصلحت تھی۔ چونکہ حضرت اسحاق اور ان کی اولاد کے انبیاء سامی نسل کے لیے مبعوث بر سالت ہوئے تھے اس لیے ان کا مادری نسب سامی نسل میں ہی محدود رہا۔ ابتداء میں حضرت سارہ نے جو حضرت ابراہیمؑ کی بنت عم تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے اولاد نہیں ہوئی۔ ہر اس انسان کا سلام!

گورے کالے کے امتیازات سے بلند ہو کر اسلامی سپرٹ کے حالات کی بلندی پر نظر رکھتا ہے اور اس کے نزدیک قدر و قیمت معیاری قرآنی معیار ہے۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ہے۔

(۲) حضرت حسنیہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں جسے آپؑ نے زید بن حارث بن عبدالمطلب سے حاصل کیا تھا۔ آپ نے ان کا عقد سہم سے کر دیا اور اس مبارک جوڑے سے منجح جیسا معصوم شہید کربلا پیدا ہوا۔ یہ محترمہ باعقیدت خاتون تھیں۔ جو جناب سید سجاد علی ابن الحسینؑ کے گھر میں خدمات انجام دیتی تھیں۔ جب امام حسینؑ کربلا روانہ ہوئے تو اپنے سعید فرزند کو لے کر کربلا پہنچیں۔ یہ افریقی مجاہد میدانِ کربلا میں دادِ شجاعت دے کر شروع جنگ میں ہی شہید ہو گئے۔ انھیں انسان نما درندے بن بکر حنظلی نے شہید کیا۔

> ''سلام ہو ہمارا، اے جانِ وفا حسنیہ! تو نے کربلا میں اپنے نام کی لاج رکھ لی اور سلام ہو ہمارا! تیرے زندۂ جاوید بیٹے حضرت منجح بن سہم پر، جس نے افریقہ کا نام روشن کر دیا۔''

(۳) ہم آزاد انسانوں کی آقا حضرت فضہ جن کا تذکرہ ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔

یہ تینوں واجب الاحترام افریقی خواتین اسلام کی قیدی شہزادی علیا مکرمہ ام المصائب حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی باڈی گارڈ تھیں۔ چنانچہ یہ شاہزادی جب تاجدار دنیا و دین سے آپ کے دارالخلافہ کوفہ قیدی ہو کر آئیں اور انھیں غدار اسلام گورنر کوفہ عبید اللہ ابن زیاد کے دربار میں ایک قیدی وحشت سے لایا۔

مشہور ہے کہ جب خاندانِ رسالت شام کے فاسق و فاجر بادشاہ یزید کے دربار میں چلا گیا تو اس وقت کے حالات کو دیکھ کر سیدہ زینب کثرتِ غم والم سے کھڑی نہ رہ سکیں اور عرش نشینوں کی بیٹی زمین پر بیٹھ گئیں۔ ان کی باوفا باڈی گارڈ جناب فضہ ان کا پردہ بن کر سامنے کھڑی ہوگئیں۔ یزید کے لشکری ایک ایک بی بی کے متعلق بتلا رہے تھے کہ یہ فاطمہؑ بنت الحسینؑ ہیں اور یہ سکینہؑ ہیں اور یہ رباب ہیں۔ یزید نے پوچھا زینبؑ بنت زہراؑ کہاں ہیں۔ کسی نے بتلایا کہ وہ اس افریقی خاتون کے پیچھے تشریف فرما ہیں۔ یزید نے جناب فضہ سے کہا۔ آگے سے ہٹ جاؤ۔ جناب فضہ نے جوشِ غیرت سے فرمایا۔ جب تک میری رگوں میں خون گردش کرتا ہے اسلام کی اس معصومہ شاہزادی کا پردہ بن کر کھڑی رہوں گی۔ یزید نے جلاد کو حکم دیا کہ اس افریقین کنیز کو نہایت ذلت سے قتل کردو۔ کہتے ہیں کہ یزید کے باڈی گارڈ کچھ خرید کردہ افریقی تھے۔ جناب فضہ نے ان کی طرف دیکھا اور کہا:

افریقی نسل کے غیور انسانو! کیا تمھارے خاندان کی ایک خاتون کو یوں ذلیل کیا جائے گا؟ یہ سن کر انھوں نے غیرت و حمیت سے تلواریں کھینچ لیں اور کہا کہ ہم اپنے خاندان کی خاتون کو ننگ و ناموس پر اپنے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔ لیکن ہم اپنی اس معظمہ افریقی بہن کو ذلیل نہ ہونے دیں گے۔

(۱) ہم افریقائی ملکۂ اسلام تاجدارِ دین امام موسیٰ کاظمؑ کی زوجۂ محترمہ اور سلطان علی ابن موسیٰ الرضاؑ آٹھویں امام کی والدہ جلیلہ کے تذکرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ جن کا اسمِ سامی نامی تکتم سلام اللہ علیہا ہے۔

نیز دوسری افریقائی ملکۂ اسلام حضرت سیکہ نوبیہ شہنشاہِ ارض وسما سلطان علی ابن موسیٰ الرضا کی زوجہ عالیہ اور نویں امام محمد تقی الجوادؑ کی والدۂ ماجدہ کا ذکر بھی حذف کردیا ہے۔

اب ہم یہاں اس براعظم کے ان بلند انسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جسے تاریک یا سیاہ براعظم کہا جاتا ہے...... ان غیور انسانوں نے واقعۂ کربلا میں حصہ لے کر اس براعظم کی زمین کو درخشاں کردیا۔

المیۂ کربلا کے مجاہد شہداء و تختۂ مشقِ ظلم افریقائی خواتین

اس معرکۂ کربلا میں 10 غیور افریقائی مردوں اور 3 افریقائی خواتین کا حصہ ہے۔ یہ مذہب اثنا عشری کے تیرہ افراد اپنے زمانہ میں منتخبِ روزگار تھے۔

معرکۂ حق و باطل میں قربان گاہ اسلام پر قربانیاں پیش کرنے والے مجاہد یہ ہیں:

(۱) حضرت جون مولیٰ ابوذر غفاری

(۲) حضرت قارب مولیٰ الحسینؑ

(۳) حضرت سلیم مولیٰ الحسن

(۴) حضرت سالم مولیٰ المسلم بن عامر العبدی

(۵) صحابی رسول حضرت شبیب بن عبداللہ بن عبداللہ مولیٰ حارث بن سریع ہمدانی جابری

(۶) حضرت حارث بن بہنان مولیٰ حمزہ سید الشہداء

(۷) حضرت منجح منہم کنیز امام حسین علیہ السلام

(۸) حضرت سعد مولیٰ عمرو بن خالد

(۹) حضرت شوذب بن عبداللہ

(۱۰) حضرت سالم بن عبداللہ مولیٰ بن اردار واحنالہم الفدا

اے افریقہ کی سرزمین کے شہدائے کربلا تم پر سلام ہو۔

بابی انتم و ای وروحی و نفسی و اولاد جعلنا لکم الفدا

اے گنج شہیداں کے محوِ خواب زندہ جاوید شہید و تمھاری قبر اسلامی اخوت کی یادگار ہے۔

تم دین کے شہزادوں قاسم، عبداللہ اور دوسرے آل عمران کے پہلو میں سو رہے ہو۔ کیا وہ مبارک ہے جہاں تمھیں دفن کا موقع ملا۔

معرکۂ کربلا میں حصہ لینے والی غیور افریقی خواتین

(۱) حضرت فکیہ، انھیں امام حسین علیہ السلام کی حضرت رباب والدۂ سکینہؑ کی خدمت کا شرف ہے۔ یہ محترمہ افریقی خاتون اپنی متاعِ عزیز اور غیور بیٹے حضرت قارب کو اپنے ہمراہ لائی تھیں۔ ماں بیٹا مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اور مکہ سے وارد کربلا ہوئے۔ جب معرکۂ حق و باطل ہوا تو انھوں نے اپنے سعید بیٹے قارب کو حق و صداقت پر پیش کردیا۔ انھوں نے حملہ کیا اور جام شہادت نوش فرما کر افریقہ کے نام کو بلند کیا اور مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ ان کے والد عبداللہ بن اریقط کو سلام ہو اس

افریقائی سرمایۂ وفا خاتون پر اس کے بیٹے حضرت قارب پر جنہوں نے کربلا کے میدان میں بیعت کا حق ادا کیا۔

اسی زمانے میں حضرت ابراہیم خلیلؑ نے براعظم افریقہ کے ملک مصر کا سفر کیا۔ حضرت سارہؑ ہمراہ تھیں۔ مصر کے بادشاہ نے ایک نازیبا ارادہ کیا۔ مگر اللہ کی قدرتِ قاہرہ نے خلیلؑ کی عزت کی پاسداری میں اس عزم زشت سے اسے باز رکھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو وہ معجزے عطا فرمائے جن سے متاثر ہو کر شاہِ مصر کو حضرت ابراہیمؑ سے عقیدت ہوگئی اور اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو نذر عقیدت کے طور پر حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اہلیہ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔ اس واقعہ کی بنا پر یہودیوں اور عیسائیوں کے محرفہ صحیفے حضرت ہاجرہؑ کو جو مصر کی شاہزادی اور شاہ مصر کا نذرانہ عقیدت تھیں۔ حضرت سارہؑ کی لونڈی کہتے ہیں۔ اگر انھیں کنیز بھی تسلیم کرلیا جائے تو یہ کنیز ایسی تھیں کہ حضرت سارہؑ کی موجودگی میں قدرت نے اسی کنیز کے بطن کو حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اکبر کی قرارگاہ دیا۔ اس میں راز یہ تھا کہ حضرت اسماعیل کو اولیت کا شرف بخشا جائے اور اسماعیلی سلسلہ ہدایت کی اسرائیلی سلسلہ پر عظمت نمایاں کی جائے۔ حضرت اسحاقؑ کی تاخیر ولادت کی یہی الٰہی مصلحت تھی۔

جب سرزمین افریقہ کے بطن پر نزول رحمت ہونے والا تھا۔ تو ان دنوں حضرت ابراہیمؑ بیٹے کے لیے برابر بارگاہِ رب العزت میں دعا کیا کرتے تھے۔ دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت ہاجرہؑ حاملہ ہوئیں۔ اور ان کے پاک و پاکیزہ شکم سے نبی صادق الوعد مرکز توحید بیت اللہ کا معمار حضرت ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

اسماعیل عبرانی زبان کے دو کلموں سے مرکب "اسمع" اور "ایل" جس کے معنی ہیں۔ "یا اللہ میری دعا سن، چونکہ اللہ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی دعا سن لی۔ آپ نے اس مبارک بیٹے کو اسی دعائیہ جملہ کے نام سے موسوم فرمایا۔

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا بعبارات توریت عربی بارگاہ احدیت سے ان الفاظ میں جواب ملا۔

قد سمعت دعاك لا سماعيل و حانا باركته والمرته و فضلة كثيراً لولدِ اثنا عشر خليفةً و اجعله جليلاً كبيراً (تکوین کتاب باب ۱۷، ایت ۲۰)

"میں نے تیری دعا کو اسماعیلؑ کے بارے میں قبول کیا۔" میں نے اسے برکت دی (وجود ذیجود سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ سے) اور اسے بارآور کیا۔ (صاحب الاولاد) اور اسے بہت کچھ فضیلت دی، اس سے بارہ خلیفہ (اثنا عشر) پیدا ہوں گے میں ان کو بڑی قوم بناؤں گا۔"

اسی سلسلہ میں حضرت ہاجرہؑ کو اللہ کی طرف سے ان میں بشارت دی گئی۔

"پھر خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے گی اور تو ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا، خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔"

(توراتِ اردو کی کتاب تکوین اول باب ۱۶، آیت ۱۰-۱۱)

تورات میں اجابتِ دعا ابراہیمؑ میں بتلایا گیا ہے اسماعیلؑ کو برکت دی جائے گی۔ اس برکت سے مراد سرکار رسالتؐ ہیں۔ اصل میں اصل توریت میں برکت رحمت کا لفظ تھا اور اس سے سرکار رحمت وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین مراد تھے۔ اہل کتاب نے تحریف رحمت کی بجائے برکت کر دیا۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ ہاجرہؑ کی اولاد سے بارہ امام ہوں گے اور انھیں بڑی بے دردی سے شہید کیا جائے گا۔ اہل افریقہ اس پر جتنا ناز کریں بجا ہے۔ کیونکہ شاہزادی کی اولاد کی نبوت و رسالت اور ولایت و امامت خلافت قیامت تک رہے گی۔ ان واقعات سے معلوم ہے کہ قدرت نے افریقہ کے انسانوں کے لیے اسلام ہی قرار دیا ہے۔ جو پست انسانوں کو بلند کرنے کے اعمال کی کسوٹی پر کس کر اسلام کے مدارج عالیہ پر کرنا چاہتا ہے۔ کسی افریقی کا مذہب اسلام کے سوائے کسی اور مذہب پر ہونا ہماری انتہائی حیرت کا سبب ہے۔ اب جبکہ افریقہ کے لوگ اس پستی سے نکل کر جو خودغرض انسانوں کی خودغرضی کا نتیجہ تھی، بلند ہونا چاہتے ہیں۔ تو ان کا مذہبِ اسلام ہونا چاہیے جس نے ان کی بلندی کا سنگ بنیاد اولاد حضرت اسماعیلؑ میں رکھا۔ سرکار رسالتمآبؐ اور ائمہ اثنا عشر کو ان کی اپنی شاہزادی کی اولاد قرار دیا۔

African Blessed Laps

سرزمین افریقہ کی مبارک گودیں

(۱) حضرت ام ایمن برکت

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ نے حضرت ام ایمن کی گود کو اس قدر برکت دی کہ نبیوں کے خاتم فخر بنی آدم، یتیم عبداللہ، محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء وعلیٰ آلہ النجباء (دنیا میں تشریف لائے تو ان کی پرورش کے لیے کھلائی کے طور پر حضرت برکت ام ایمن کی گود کو انتخاب فرمایا۔ یہ حضرت عبداللہ جیسے شفیق

Scanned with CamScanner

نام کی کنیز تھیں۔ رسولؐ کو ورثۂ پدری میں ملی تھیں۔ (طبقاتِ سعد) رسول اللہؐ کو اس کھلائی (دایا) سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ انھیں آزاد کر کے پہلے ان کا عبید بن زیاد سے نکاح کیا۔ جس سے حضرت ایمن پیدا ہوئے۔ اور حضرت برکت ام ایمن کہلائیں۔ اللہ نے ان کے اس بیٹے ایمن کو غزوۂ خیبر میں خلعتِ شہادت پہنایا اور زندگی جاوید بخشی۔ خود حضرت ام ایمن بھی جنگِ خیبر میں فرسٹ ایڈ یعنی زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ ان کے اس شوہر کی وفات کے بعد سرکار رسالتؐ نے ان کا عقد اپنے پروردہ زید بن حارثہ سے کیا تھا۔ اس سے اسامہ یزید پیدا ہوئے جو ایک ایسے لشکر کے سپہ سالار قرار دیے گئے جن میں حضرت علیؑ کے سوا اکثر اعیان اصحابہ ان کے ماتحت تھے اور لشکر جیش اسامہ کے نام سے موسوم ہوا۔ حضرت ام ایمن احادیث رسولؐ کو روایت بھی کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ حدیث جو واقعۂ کربلا کے متعلق ہے اور جسے علیا جناب زینبؑ طاہرہ نے تسلی کے طور پر مقتل کربلا میں سید سجادؑ سے بیان کیا، ام ایمن سے مروی ہے افریقہ کے غیور انسانو! تمھیں سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ سے محبت ہونا چاہیے۔ چونکہ وہ تمھاری شاہزادی کی اولاد ہیں اور وہ افریقائی گود میں پرورش پانے والے رسولؐ ہیں۔ یہ اللہ کے رسول اہل افریقہ کو انسانیت کے شایانِ شان درجہ پر لانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

(۲) افریقن عالمہ شہزادی حضرت فضہ فخرِ افریقہ

فضہ عربی کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں چاندی (Silver) سیم۔ مگر حضرت سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا و سرکار ولایت علی المرتضیٰ کے کیمیائی اثرات نے ماہرۂ علم کیمیا خاتون کو سونا (Gold) (ذہب وزر) بنا کر سورۂ ہل اتیٰ کا حصہ دار قرار دیا۔ اس محترمہ خاتون کو سنہری، طلائی اور زریں خدمات (Golden Service) انسانیت کی سنہری تاریخ میں ہمیشہ ثبت رہیں گی۔ اللہ نے قدر کی اور انھیں حضرت مریم طاہرہ کی طرح اپنے مائدہ جنت سے سرفراز فرمایا۔

اس محترمہ افریقائی خاتون نے بارہ اماموں میں سے چار اماموں کو اپنی بابرکت گود میں کھلایا۔ یہ ایک افریقن سٹیٹ کی شہزادی تھیں اور جنگِ خیبر کے بعد معصومۂ کونین کی خدمت میں آئی تھیں۔

بقیہ: محمد علی جناح کا پیغام

چیت کل تک ملتوی کرتے ہیں۔ گورنر نے آئی جی پولیس کو مقام بتایا، رُوٹ بتایا اور حکم دیا کہ امن و امان قائم رہے۔ اُدھر جلوس امام بارگاہ سے نکلا۔ آئی جی نے دہلی کے کمشنر کو بتایا کہ جلوس شیعہ حضرات کا ہے اب کون روک سکتا تھا۔ ٹریفک کا انتظام کیا گیا۔ قائداعظم آئے۔ سر سے ٹوپ اتارا۔ ذوالجناح کو سلام کیا اور کہا...... اب تم مطمئن ہو! یہ طریقہ تھا "جناح" ثابت کرنے کا۔

21 رمضان کا احترام

گاندھی اور قائداعظم کے مابین بمبئی میں سیاسی مذاکرات ہو رہے تھے۔ اور پورے ملک کی نظریں ان مذاکرات پر لگیں۔ یہ رمضان کے دن تھے، یکایک اکیس رمضان کو قائداعظم نے اعلان کر دیا کہ آج مذاکرات نہیں ہوں گے۔ جو لوگ ان مذاکرات میں دلچسپی لے رہے تھے وہ بڑے حیران ہوئے۔ ایک ہندو اخبار نویس نے قائداعظم سے پوچھا۔ "جناب اکیس رمضان میں کیا خاص بات ہے؟" قائداعظم نے برجستہ جواب دیا۔ "اگر تمھیں اکیس رمضان کے تاریخی دن کے بارے میں علم نہیں تو تمھیں اخبار نویس بننے کا کیا حق ہے؟"

(اکیس رمضان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا دن ہے۔)

یوم عاشور کا احترام

قائداعظم اور دوسرے سیاست دان وزیراعظم برطانیہ مسٹر اٹیلی کی خصوصی دعوت پر ہندوستان کے سیاسی مسائل پر بات چیت کے لیے دسمبر 1946ء میں لندن گئے تھے۔ 5 دسمبر 1946ء کو حکومت برطانیہ کی جانب سے ہندوستان کے تمام سیاست دانوں کو دعوت ملی کہ وہ ملک معظم جارج ششم کے ساتھ کھانا کھائیں۔ یہ دعوت جسے ہندوستانی مہمانوں کے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا، قائداعظم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میزبانوں نے انکار کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا:

"چونکہ یہ دعوت ایک خاص تقریب کی حیثیت رکھتی ہے اور ایسے دن منعقد ہو رہی ہے جو کہ سیدنا امام حسینؑ کی شہادت کا دن ہے۔ اس لیے بحیثیت مسلمان میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس دن کسی ایسی تقریب میں شرکت کروں۔"

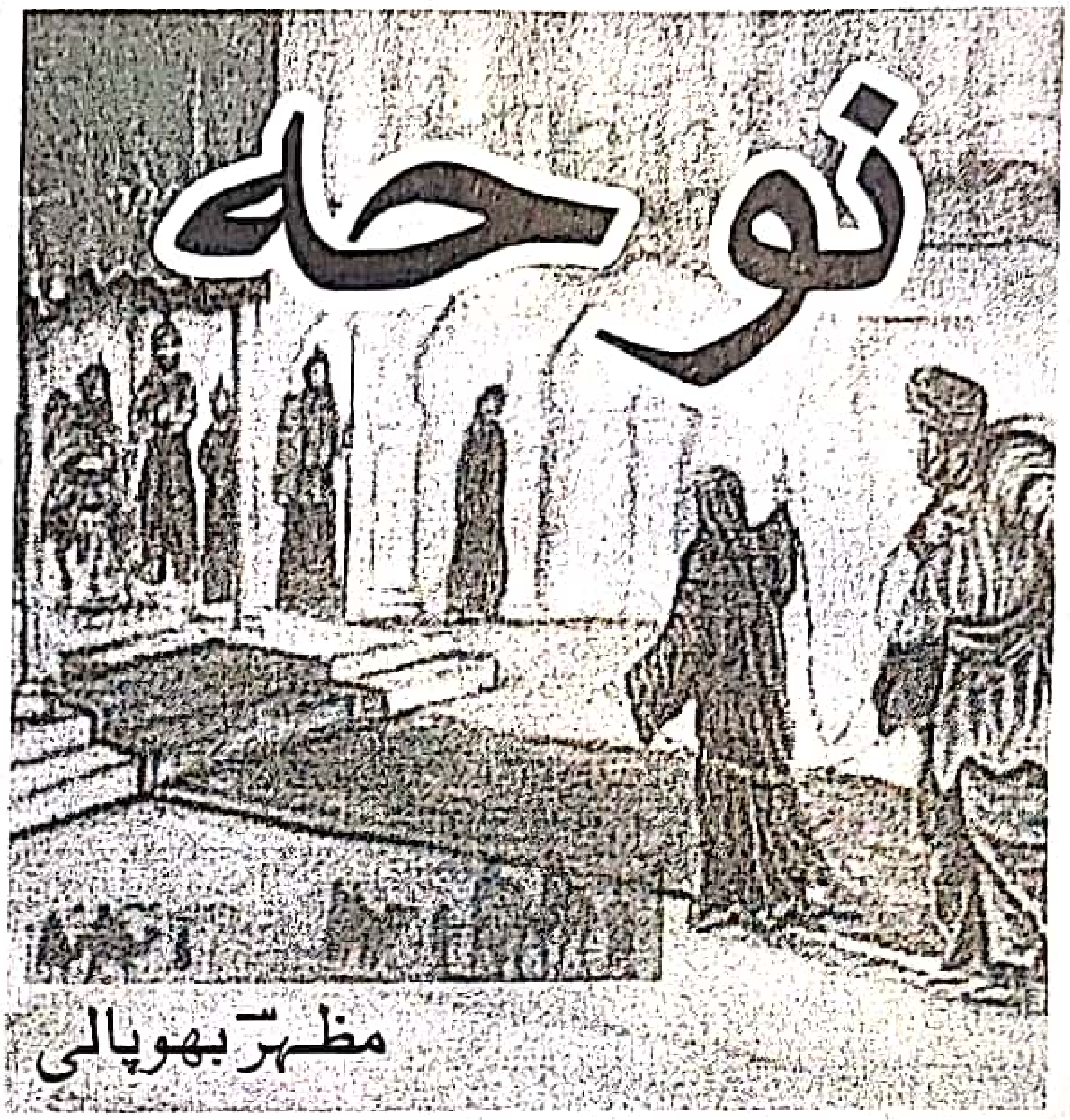

آلِ نبی کا تم نے گھر بار کیوں جلایا
قیدی بنا کے تم نے در در انہیں پھرایا
کیا جرم اور خطا تھی جس کی انہیں سزا دی
دن میں سکوں کہاں تھا شب کو بھی جو جگایا
کیوں پھیر لیں ہیں نظریں مہمان ہے تمہارا
مہماں بنا کے تم نے نیزے پہ سر چڑھایا
بے گور کفن تھے لاشے بھی کربلا میں
تپتی ہوئی زمیں پر تم نے انہیں لٹایا
روتی تھیں یاد کر کے بالی سکینہ سر کو
آیا ہے سر اسی دم جس دم اسے بلایا
چادر کہاں سے لائیں کیسے وہ منہ چھپائیں
دربار میں جو آئیں بالوں سے منہ چھپایا
ماتم کناں ہیں مظہر ذکرِ حسینؑ سن کر
اہلِ شباب تم نے نوحہ انہیں سنایا

☆☆☆

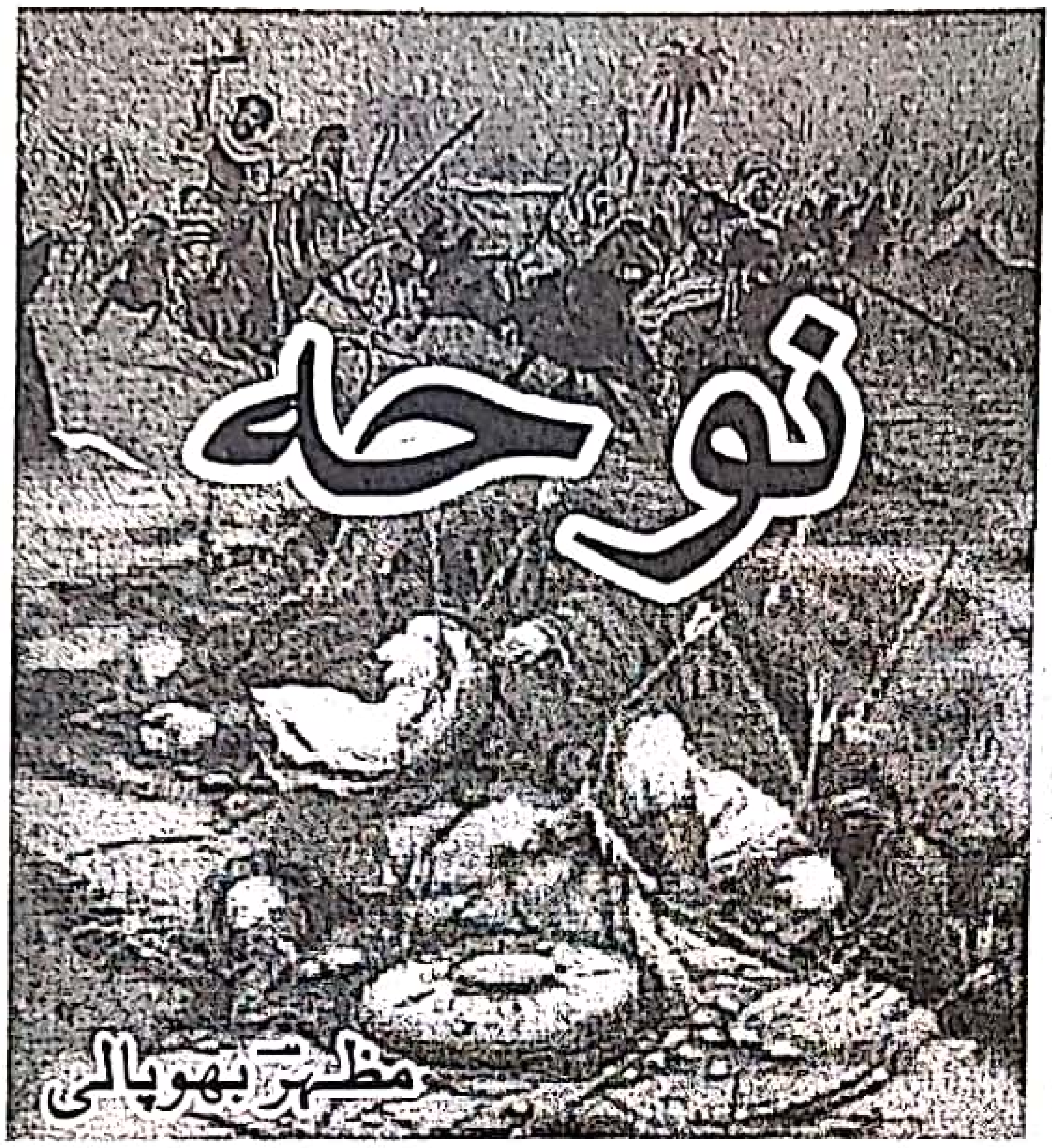

اے کوفیو نہ بھائی سے میرے دغا کرو
زہراؑ کے دل کا چین ہے نہ تم دغا کرو
کیا جانتے نہیں ہو یہ جنت کا پھول ہے
گر جانتے ہو اس کو تو اس سے وفا کرو
اے شام والو تم نے ہی چھینی مری ردا
بیٹی ہوں میں بتول کی کچھ تو حیا کرو
تھوڑی سی دیر ٹھہر تو جا فوج اشقیا
اہلِ حرم کے سامنے سر نہ جدا کرو
رخصت کے وقت شاہ نے زینبؑ سے یہ کہا
بالوں کو اپنے کھول دو ماتم بپا کرو
اہلِ شباب سے بھی ہے مظہر کی التجا
ذکرِ حسینؑ سن کے تو آنسو عطا کرو

☆☆☆

Scanned with CamScanner

اہم تحقیقی مقالہ: علامہ سید امداد حسین کاظمی مفسر قرآن

پاکستان میں رویت ہلال کا مسئلہ ــ چاند ایک..... عیدیں دو

پاکستان میں..... مختلف مکاتب فکر کے فقہی اصول ہیں۔ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفری..... سر فہرست ہیں۔ رمضان المبارک سے پہلے۔ رویت ہلال پر اختلاف گزشتہ ساٹھ سال سے چلا آ رہا ہے۔ سابقہ حکومتوں کے استفسار پر..... مفسر قرآن علامہ سید امداد حسین کاظمی نے اہم تحقیقاتی مضمون لکھا..... حکومت..... اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھیجا۔ قبلہ علامہ..... میرے استاد تھے۔ ان کے مضمون کو من وعن پیش کر رہا ہوں۔ (فتنۂ تفسیر بالرائے) **ذوالفقار علی جعفری** راولپنڈی

روزہ میں اختلاف

خداوند عالم نے قرآن مجید میں روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ کتنی واضح آیت ہے۔

ترجمہ: اے ایماندارو تمہارے لیے روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلوں پر واجب کیے گئے تھے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ گنتی کے دن ہیں..... ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جس میں لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کی کھلی کھلی دلیلیں ہیں اور حق و باطل کی تمیز بھی۔ پس جو کوئی اس مہینہ کو پالے۔ اسے کل مہینہ روزے رکھنے واجب ہیں۔

لیکن باوجود اس قدر واضح آیت ہونے کے تفسیر بالرائے اور قیاسات سے کام لینے والوں نے اس میں بھی رخنہ اندازی کی اور کہا کہ روزے صرف تین ہی دن رکھنے کا حکم ہے نہ کہ پورے مہینہ کا۔ ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ''آیت بالا میں ایاماً معدودات آیا ہے اس لیے سارے مہینہ کے روزے رکھنے فرض نہیں۔ بلکہ صرف ایام معدودات کے روزے فرض ہیں۔ ایام جمع قلت و کثرت دونوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں معدودات کا لفظ اسے قلت سے متعلق کر دیتا ہے۔ ''گنے ہوئے'' ہر زبان میں قلت کے معنوں میں ہی لیے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ جمع قلت ہے۔ جس کا اطلاق تین سے نو تک کے اعداد پر ہی ہوتا ہے۔

قرآن میں ایاماً معدودات دوسری جگہوں میں بھی جمع قلت کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً کُن تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ واذکرو اللّٰہ اَیّام مَّعدودات۔ اور حج کے ایام تین ہیں۔ ثلاثة ایام فی الحج۔ نیز من تعجل فی یومین۔ لہٰذا بخیال ان لوگوں کے ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ روزے صرف تین ہی رکھنے چاہئیں نہ کہ پورے مہینے کے''۔ حالانکہ قرآن میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ تم رمضان کے مہینے میں صرف چند دنوں کے روزے رکھو۔ قرآن تو کہتا ہے کہ فمن شهد منكم الشهر فليصمه یعنی جو تم میں سے اس مہینے میں اپنے مکان پر موجود ہو تو اسے چاہیے کہ اس مہینے کے روزے رکھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روزے پورے مہینے کے ہیں نہ کہ رمضان کے مہینہ میں تین یا نو دن۔ قرآن نے ایاماً معدودات دو وجہ سے کہا ہے۔

اول: اس لیے کہ مریض شفایاب ہونے کے بعد اور مسافر اپنے سفر سے واپسی پر یہ گنتی پورے کر لے۔ اسی لیے آگے ارشاد ہے۔ **فعدة من ایام اُخر۔** اور **تکملو العدة۔** ان دو فقروں سے ایاماً معدودات کی وضاحت ہو گئی۔

دوئم: ایاماً معدودات کے معنے ہیں گنی کے دن۔ ماہ رمضان **29** دن کا ہو یا **30** دن کا ہو۔ جو شخص بھی روزے رکھتا ہے۔ وہ یہ دن گن گن کر گزارتا ہے۔ پہلا روزہ رکھا تو کہا باقی **29** دن رہے۔ دوسرا رکھا تو کہا باقی **28** دن رہے حتیٰ کہ آخر دن تک وہ ایک ایک دن گن گن کر گزارتا ہے اور کسی مہینہ کے دن اس طرح گن گن کر نہیں گزارتا۔ یہ خصوصیت صرف ماہ رمضان میں ہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ایاماً معدودات سے تعبیر کیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جمع قلت بالعموم تین سے نو تک کے لیے آتی ہے۔ لیکن جب قرآن مجید نے صاف فرما دیا۔ مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشهر فليصمه تو ہمیں ایاماً معدودات کے معنے اس کی روشنی میں کرنے

Scanned with CamScanner

چاہئیں۔ اپنی ذاتی رائے یا قیاس کو دخل نہیں دینا چاہیے۔

قرآن صرف و نحو کے تابع نہیں ہے

سابق میں بالتفصیل لکھا جا چکا ہے کہ قواعد صرف و نحو نزول قرآن سے پہلے مرتب اور مدون نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ نزول قرآن سے کافی عرصہ بعد انہیں مدون کیا گیا تھا۔ ہمارے نحویوں کو چاہیے تھا کہ وہ ان قواعد کو آیات قرآن کی روشنی میں مدون کرتے۔ (اکثروں نے ایسا کیا ہے اور جا بجا قواعد کے ثبوت میں آیات قرآن کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ جنہوں نے قرآن کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ انہوں نے اپنے آپ کو صحت سے محروم کیا۔ قرآن بہرحال اس کا محتاج نہیں۔ اور قرآن کی ہر آیت بذات خود قواعد دانوں کے لیے دلیل و برہان ہے اور ہر ایک جملہ عربی مبین ہونے کی وجہ سے خود دلیل صحت بن گیا ہے۔ مرزا احمد علی)

افطار صوم کا وقت

اسی طرح افطار صوم کے وقت تعین میں بھی اختلاف ہے۔ کچھ فرقے تو روزہ اس وقت افطار کر لیتے ہیں جبکہ سورج ابھی اچھی طرح غروب نہیں ہوتا۔ سورج درختوں کی اوٹ میں ہو۔ اور انہوں نے روزہ افطار کیا۔ ایک وہ ہیں کہ جب تک آسمان پر سر سے سیاہی نہ گزر جائے۔ روزہ افطار نہیں کرتے۔ لطف یہ ہے کہ دونوں قرآن ہی سے اپنے دعویٰ کے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ آیت بالکل واضح ہے۔ ارشاد ہے۔ وَکُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخيطُ الابيضُ مِنَ الخيطِ اسود مِنَ الفجر ثُمَّ تَمُو الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ۔ (پ۲ بقرع ۲۳)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سپیدہ صبح کا ڈورا (سفید لکیر) شب کی سیاہی سے الگ نمایاں ہو جائے پھر روزہ کو رات چھا جانے پر ختم کرو۔

اس آیت میں لفظ "لیل" واضح ہے۔ جس کے معنے رات چھا جانے کے ہیں۔ سورج جب غروب ہونے لگتا ہے تو اس کو لیل یعنی رات نہیں کہتے۔ جس طرح دن کے بارہ حصے ہیں۔ اسی طرح رات کے بھی بارہ ہی حصے ہیں۔ دن کے بارہ حصوں کے نام یہ ہیں: شرق۔ بکور۔ غدو۔ ضحیٰ۔ ہاجرہ۔ ظہیرہ۔ رواح۔ عصر۔ قصر۔ اصیل۔ عشی۔ غروب۔

رات کے بارہ حصوں کے نام یہ ہیں: شفق۔ غسق۔ عتمہ۔ سدور۔ جھمہ۔ ذلّہ۔ زاخد۔ بھرہ۔ سحر۔ فجر۔ صبح۔ صباح۔

جو نماز مغرب کا وقت ہے وہی روزہ کھولنے کا وقت ہے اور اب سائنس سے ثابت ہوا ہے کہ محض غروب آفتاب سے ہی شام نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ غروب ظاہری کے بعد مشرق کی طرف سرخی رہتی ہے۔ یہ سرخی دلالت کرتی ہے کہ سورج نہیں ڈوبا۔ جب یہ سرخی دور ہو جائے گی تو وہ نماز مغرب اور افطار کا وقت ہے اور یہی خدا کہتا ہے ثم اتموا الصیام الی اللیل کہ رات ہو جانے تک روزہ کو پورا کرو۔

قرآن کہتا ہے: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ (اِلَی اللَّیل) تم روزہ پورا کرو رات کے چھا جانے پر۔ اب ہم نے روزہ رات کے چھا جانے پر افطار کرنا ہے۔ نہ کہ دن کے بارہویں حصہ پر جو غروب کہلاتا ہے۔ نماز کے لیے حکم ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل (پ۱۵ بنی اسرائیل ع۹) کہ سورج ڈھل جانے (ظہر و عصر) کے بعد رات کی سیاہی (دوسرا حصہ غسق) چھا جانے پر نماز پڑھو۔ جب لیل کا حصہ غسق آ جائے۔ اس وقت نماز پڑھو پس لیل کے چھا جانے سے غسق اللیل مراد ہے نہ کہ محض غروب جو کہ دن کا آخری حصہ ہے۔ لیل کی تعریف ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ہے فلما جن علیہ اللیل رای کوکب (پ۷ انعام ع۹) جب رات چھا گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارہ دیکھا۔ ثابت ہوا۔ رات چھا جانا اسے کہتے ہیں۔ جب ستارے نظر آنے لگیں۔ یہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ روزہ جلدی افطار کرنے والوں کا خیال ہے کہ اگر روزہ فوراً نہ افطار کیا جائے تو مکروہ ہو جاتا ہے۔ دیر سے کھولنے والے کہتے ہیں کہ اگر جلدی افطار کر لیا جائے۔ تو روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ پس جنہوں نے رات سے پہلے ہی افطار کر لیا۔ انہوں نے بھی تفسیر بالرائے کی اور اپنے قیاس پر عمل کیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

رویت ہلال کمیٹیاں

ماہ رمضان چاند دیکھنے پر شروع ہو جاتا ہے۔ اور شوال کا چاند دیکھنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ یکم ماہ رمضان کو پہلا روزہ ہوتا ہے اور 30 دن گزرنے پر یا 29 کی شام کو شوال کا چاند نظر آنے پر ماہ رمضان ختم ہو جاتا ہے۔ ہر دو

Scanned with CamScanner

مہینوں کے چاند دیکھنے کے لیے بڑی سرگرمی دکھلائی جاتی ہے اور اب تو رویت ہلال کمیٹیاں بھی مقرر ہوئی ہیں۔ جو چاند نظر آنے کا فیصلہ صادر کرتی ہیں۔ اور غالباً ٹیلیفون سے ایک دوسرے سے معلوم کر لیتے ہیں۔ جہاں یہ نہ ہو وہاں تار ہے اور تار کے متعلق تار کے قانون میں اس کے الفاظ کے خلط ملط ہو جانے یعنی Multilation کے لیے واضح دفعہ موجود ہے کہ محکمہ تار کسی تار میں خلط ملط ہو جانے کا ذمہ دار نہیں۔ اس لیے اس کی خبر پر اعتبار کیسے ہو اور یہ بھی کیسے یقین ہو کہ اسے اصلی فریسندہ نے ہی بھیجا ہے۔ ٹیلی فون میں بھی ایسے ہی نقائص ہیں۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا اسے شہادت کہا جا سکتا ہے اور پھر یہ کہ کہنے والا کیسا ہے۔

رویت ہلال میں افق کا لحاظ

جغرافیہ دان حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر شہر کا افق دوسرے شہر کے افق سے جدا ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ جب کسی وقت کسی افق پر چاند نظر آ جائے تو تمام روئے زمین پر اسی وقت چاند دکھائی دے۔ افق کے فرق کے لحاظ سے ہو سکتا ہے کہ ایک افق پر تو چاند نظر آ جائے۔ لیکن دوسرے افق پر جو اس افق سے فاصلہ پر ہے نظر نہ آئے۔ جب تک کہ دونوں شہر ایک ہی افق پر واقع نہ ہوں۔ پھر تار یا ریڈیو کے ذریعہ خبریں منگانا کہاں تک مفید ہو سکتا ہے؟

قاعدہ ہے کہ اگر غروب آفتاب کے وقت ہلال افق سے 8 درجے بلند ہو یا دوسرے الفاظ میں اگر ہلال افق سے اتنا بلند ہو کہ اس کے روپوش ہونے میں صرف 32 منٹ کا وقفہ درکار ہو۔ تو اس مقام پر مشرق کی جانب 560 میل تک ہلال افق کے اوپر ہی نظر آئے گا۔ ہر ستر میل پر چونکہ ایک درجہ کا فرق پڑتا ہے۔ اس لیے اس مقام سے ستر میل مشرق کی جانب ہلال 7 درجہ بلند نظر آئے گا۔ اور اسے ڈوبنے کے لیے 28 منٹ درکار ہوں گے۔ (ایک درجہ کے لیے 4 منٹ کا فرق) غرض جس مقام سے ہلال 8 ڈگری (درجہ) بلند نظر آئے۔ اس سے جانب مشرق 560 میل تک رویت ہلال معتبر خیال کی جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔

اب ہمارے ملک خداداد پاکستان میں لاہور °74½ مشرق میں واقع ہے۔ اور ڈھاکہ °90 مشرق میں۔ دونوں میں °16 کا فرق ہے۔ ایک درجہ پر 4 منٹ کا فرق ہوتا ہے۔ تو 16 درجہ پر 64 منٹ کا فرق ہوگا۔

دونوں کے وقتوں کا فرق ذیل میں حل کیا جاتا ہے۔

ڈھاکہ کا طول بلد	=	°90 مشرق
گرینچ کا طول بلد	=	0
دونوں مقامات میں طول بلد کا فرق	=	°90
°1 طول بلد میں وقت کا فرق	=	4 منٹ
ڈھاکہ اور گرینچ میں وقت کا فرق	=	4×90 = 360 منٹ
	=	6 منٹ

لاہور کا طول بلد °74½ مشرق ہے۔ اس لیے لاہور کا لوکل ٹائم سٹینڈرڈ ٹائم سے 36 منٹ پیچھے ہوگا۔ پس آپ غور فرمالیں۔ ڈھاکہ میں اگر چاند نظر آ جائے تو اس کا لاہور پر کیا اثر پڑے گا۔ بلکہ پہلی شوال کا چاند چند سیکنڈ سے زیادہ دیر تک ظاہر نہیں رہتا۔ اس سے دوسرے شہروں کے افق اور رویت ہلال کا فرق بھی معلوم کریں۔

رویت ہلال کا ایک عجیب طریقہ

ایک دفعہ چاند دیکھنے کا ایک عجیب تجربہ کیا گیا۔ چند سال ہوئے۔ کراچی سے رویت ہلال کے لیے لوگ ہوائی جہاز پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑے اور اتنے بلند اڑے کہ بادلوں سے بھی بلند ہو گئے۔ پھر اڑتے ہی گئے۔ حتیٰ کہ چاند نظر آ گیا۔ بس پھر کیا تھا ریڈیو اور تار کے ذریعہ ملک بھر میں اعلان ہوا کہ انہوں نے بادلوں کے اوپر سے چاند دیکھ لیا۔ حالانکہ یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ فضائے محیط میں تو چاند ہر وقت موجود رہتا ہے۔ زمین والوں کے لیے تو زمین سے چاند کو دیکھنا چاہیے نہ کہ آسمان پر پرواز کر کے۔ اگر آپ نے آسمان پر پرواز کر کے چاند کو اس کے گھر جا کر دیکھ لیا۔ تو اس سے آپ کا کون سا کمال ظاہر ہوا اور کون سا شرعی مسئلہ حل کر لیا۔

تو کار زمین رانکو ساختی
کہ بر آسماں نیز پرداختی

ہوائی جہاز سے پرواز کر کے چاند کو دیکھنا بھی انسانی قیاس کا ایک نمونہ ہے۔

فن لینڈ میں روزہ

زمیندار کے عید نمبر مجریہ 22 جون 1952ء ہیلسنکی (فن لینڈ)

کے رائیٹر کی اطلاع شائع ہوئی کہ چونکہ فن لینڈ (Finland) منطقہ باردہ میں واقع ہے۔اس لیے وہاں 22 گھنٹے کا دن اور صرف 2 گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ پورے 22 گھنٹے کا روزہ رکھنا وہاں کے مسلمانوں کے لیے سخت دشوار ہے۔اس لیے انہوں نے علمائے جامعہ ازہر (مصر) سے فتویٰ پوچھا کہ اندریں حالات وہ روزہ کتنے گھنٹے رکھیں اور کس وقت افطار کریں۔ان کا خیال تھا کہ روزہ اتنے ہی گھنٹے رکھنا چاہیے جتنا کہ اسلامی مرکزی شہر مکہ معظمہ کے لوگ رکھتے ہیں۔سورج غروب ہونے اور رات چھا جانے میں خواہ ابھی کئی گھنٹے باقی ہوں وہ روزہ افطار کرلیا کریں لیکن جامعہ ازہر کے علماء نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس پر شبلی بی کام مضامین نگار اخبارات نے اپنے قیاس سے یہ فتویٰ دیا جو اسی اخبار میں شائع ہوا کہ ''منطقہ باردہ کے شہر انتہائی خطے کہلاتے ہیں۔وہاں 6 ماہ دن اور 6 ماہ رات رہتی ہے۔اس لیے وہاں ماہِ صیام آتا ہی نہیں۔اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کہ جو کوئی تم سے ماہ رمضان کو پالے وہ روزہ رکھے پس وہاں روزے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

چلو چھٹی ہوئی۔شبلی صاحب کے اس قیاس اور فمن شهد منكم الشهر فليصمه کی تفسیر بالرائے سے ثابت ہوا کہ دین اسلام عالمگیر مذہب نہیں ہے۔اور اس کے احکام ہر جگہ نہیں چل سکتے۔اللہ تعالیٰ ایسے قیاسات اور تفسیر بالرائے سے بچائے جو اسلام ہی کا بیڑا چٹ کر دیں۔اور اسے ایک محدود زمانہ اور محدود زمین کے لیے وقف کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج سے چند سال پیشتر عیدالفطر کے دن کا تعین نہایت آسان تھا۔چاند دیکھا۔عید کرلی۔جس جگہ چاند نہ دیکھا عید نہ کی۔رسول اللہؐ کے احکام موجود ہیں کہ پہاڑ کی چوٹی والے چاند دیکھ کر ہی عید کرلیں۔میدان والے نہ دیکھیں تو عید نہ کریں۔اس زمانہ میں ریڈیو، ٹیلی فون، موبائل اور ٹیلی ویژن نہ تھے۔آج کل ترقی ہوئی تو یہ مسئلہ بجائے آسان ہونے کے مشکل ہوگیا۔سوال یہ ہے کہ اگر مغرب کے لوگوں کو چاند نظر آجائے تو کیا مشرق کے لوگ بھی اسے شرعی شہادت کے طور پر تسلیم کرلیں۔اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔بعض فقہا کہتے ہیں کہ چونکہ مطالع (طلوع آفتاب کی جگہ۔افق) میں اختلاف ہے۔اگر ایک افق پر چاند نظر آجائے۔دوسری جگہ والوں کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

رویت ہلال کے بارے میں شریعت کا حکم

شریعت اسلامیہ نے ماہ رمضان یا عید کا چاند دیکھنے کی چار صورتیں مقرر کی ہیں۔ **(1)** خود چاند دیکھے۔ **(2)** شعبان کے تیس دن پورے ہوجائیں یا ماہ رمضان کے **30** دن پورے ہوجائیں۔ **(3)** شیاع یعنی عام لوگ کہیں کہ چاند دیکھا ہے۔ **(4)** دو عادل چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔

لیکن اب تو ان قوانین اور احکام کی کوئی پیروی نہیں کرتا۔آج کل قیاسات اور تفسیر بالرائے کا زور ہے۔اپنے قیاس کی بنا پر مغربی ممالک سے بذریعہ ریڈیو خبر پہنچ جائے کہ چاند دیکھا گیا۔خواہ امریکہ میں ہی دیکھا گیا ہو تو مشرق میں رہنے والے خواہ دونوں ملکوں کے افق میں کئی درجہ طول بلد کا فرق ہو۔عید کرلیں گے۔اور اس طرح کرنے سے دین اسلام کے احکام ایک تمسخر بن کر رہ جائیں گے۔یہ سب خرابیاں حقیقی علم حاصل نہ ہونے کے سبب سے پیدا ہوئیں۔فاعتبر وا يا اولى الابصار

(1) چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر روزہ چھوڑ دو یا رویت پر تواتر ہو یا شیاع مفید علم ہو۔

(2) اگر **29** کا چاند نہ ہو تو شعبان کے **30** پورے کر کے ماہ رمضان داخل ہوگیا اور ماہِ رمضان کے **30** دن ختم ہوں تو عید کرو۔

(3) ہلال کمیٹیاں تب بتلا ہوتی ہیں جبکہ **29** کو ایک جگہ چاند دکھلائی نہیں دیتا اور ریڈیو بطور خبر کے ایک اور جگہ کی بابت مشہور کر دیتا ہے کہ وہاں چاند ہوگیا۔اس لیے جہاں دکھائی نہیں دیتا وہاں کے لوگ کوشش کرتے ہیں کہ وہ بھی ان کی پیروی کرلیں۔اس باب مین فقہ کا اختلاف ہے۔پہلے پہل تو حنفی فقیہوں نے درمختار میں کہہ دیا۔فيلزم اَهْلَ الْمُشرِقِ رَوْيَةَ اَهلَ المغرب اِذَا ثبت عِنْدَ هُمْ رویة اولئك بطريق موجب کہ مغرب والوں کی رویت سے مشرق والوں پر حکم لازم ہوا کہ اختلاف مطالع سے رویت میں فرق ہوتا ہے تو انہوں نے ہم مطلع پر ایک حکم لگایا۔دوسری بات ان کے ہاں یہ ہے کہ معمولی مسلمان کی گواہی سے رویت ثابت کرتے ہیں لیکن مذہب اہل بیت یہ ہے کہ یا تو تواتر ہو یا شیاع ہو مفید علم ہو۔اگر بوجہ ابر رویت نہیں ہوئی تو دو عادل مسلمانوں کی گواہی سے رویت ثابت ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اگر وہ وصفِ ہلال میں متفق ہوں اور اگر بلاد قریبہ میں رویت ہوتی ہے۔ تو وہاں کے شیاع کا اگر یقین ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس لیے ہماری عاجزانہ درخواست یہی ہے کہ قیاس آرائیوں کو چھوڑ کر شریعت پر عمل کیا جائے اور ٹیلی فونوں اور ریڈیو کی باتوں سے مسلمانوں کو پریشان نہ کیا جائے۔

رویت ہلال کے شرعی احکام اور ان کے متعلق قیاس آرائیاں

جب رویت ہلال کمیٹی کی لاہور میں ابتدا ہوئی تو مجھ سے کہا گیا کہ میں سنی شیعہ کتب سے اس کے متعلق احکام پیش کروں لہٰذا مسودہ میں نے پیش کیا۔ اس کا اقتباس قارئین کی دلچسپی کے لیے اس میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کہاں معقولیت اور کہاں قیاس آرائی۔

کتب احادیث اور اہل سنت

صحیح نسائی کتاب الصیام ص **30** ان رسول اللّٰہ قال صوموا الرئیة وافطر والرؤیة وامسکو الها فان غم علیکم فاتموا ثلثین و ان شهد شاهدین فصوموا و افطروا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند کو دیکھ کر افطار کرو یعنی روزے رکھنا بند کرو۔ اگر ابر وغیرہ ہو جائے تو تیس پورے کرو مگر اگر دوسرا مرد گواہی دے دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔

(1) ایضاً۔ اختلاف اهل الافاق فی الرؤیہ۔ کریب شام پہنچا اور جمعہ کو ماہ رمضان کا ہلال اس نے شام میں دیکھا۔ مہینہ کے آخر میں مدینہ آیا۔ اس سے ابن عباس نے پوچھا کہ تم نے وہاں چاند کب دیکھا تھا۔ اس نے کہا جمعہ کے دن اور اسے دیکھ کر امیر معاویہ اور سب لوگوں نے روزے رکھے۔ ابن عباس نے کہا کہ ہم نے تو ہفتہ کو ہلال دیکھا۔ اس لیے ہم تو تیس دن روزے رکھیں گے۔

(2) شرح وقایہ۔ کتاب الصوم ص **307** حاشیہ **7** میں ترمذی کی نمبر **1** حدیث لکھی گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے و ان غم لیلة الشك ای لیلة الثلاثین من شعبان لا یصام الانفلا اگر تیسویں رات کو بادل وغیرہ ہو تو اس کا روزہ نفل کر کے رکھے۔ اگر کوئی آدمی اکیلا ہی چاند دیکھے تو وہ اپنی رویت پر عمل کرے۔ خواہ قاضی اس کی شہادت کو رد بھی کر دے۔

(4) مجموعہ فتاویٰ عبدالحی لکھنوی۔ کتاب الصوم ص **264** بلاد یکہ اختلاف مطالع بحسب قواعد مقررہ علم ہیئت دارند در انہا اختلاف مطالع خواہد شد و رویت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر معتبر نہ خواہد شد۔ و بلاد یکہ اختلاف نہ دارند در انہا حکم رویت دادہ خواہد شد۔ جہاں اختلاف مطالع ہو وہاں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے معتبر نہ ہوگی اور جہاں اختلاف مطالع نہ ہوگا۔ وہاں رویت معتبر نہ ہوگی۔

شیعہ مسلک

(1) فروغ کافی کتاب الصوم ص **217** عن ابی عبداللہ فاذا رایت فصم و اذا رایة فافطر جب ہلال دیکھے تو روزہ رکھ اور جب اسے دیکھے تو افطار کر۔

تہذیب الاحکام ص **263** پر ایک روایت ہے کہ اگر افق پر کوئی خرابی (ابر۔ غبار۔ آندھی وغیرہ) نہ ہو تو کم از کم پچاس آدمی رویت کی گواہی دیں۔ ص **413** اگر افق پر کوئی خرابی ہو تو دو عادل مسلمین رویت کی گواہی دیں اور وہ شہادت میں متفق ہوں۔

(2) جامع الرضوی ص **117** شہادت دہند دو شاہد عادل۔ ثابت نہ شود ہلال بہ شہادت یک شاہد و نہ بہ شہادت زنہا۔ شیاع سے یا دو عادلوں کی گواہی سے ہلال ثابت ہوتا ہے۔ ایک عادل اور عورتوں کی گواہی سے رویت ثابت نہیں ہوتی۔

جامع المسائل آقائے بروجردی ص **232**۔ خود دیکھے یا ایک جماعت دیکھے جس سے علم رویت حاصل ہو جائے۔

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اہلبیت علیہم السلام ہی میں حق ہے اور یہی موافق قرآن اور عقل و سمجھ و انصاف کے زیادہ قریب ہے۔

Scanned with CamScanner

شریکتہ الحسینؑ ۔ جنابِ زینبؑ

منجم اعظم سید ناظر حسین زنجانی

انتخاب وپیشکش: علامہ ذوالفقار علی جعفری

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسینؑ رقم کر دو، دیگرے زینبؑ

دشتِ غربت میں شر، سر کو کٹانے آئے
بنتِ زہراؑ تیری غربت کے زمانے آئے

سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ نے میدان کربلا میں اپنی اور اپنے باوفا ساتھیوں کی عدیم النظیر قربانیاں دے کر تحفظ اسلام کا کردار ادا کیا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ اس میں رنگ علیؑ کی شیر دل بیٹی جناب زینبؑ نے بھرا۔ اور ایسا رنگ بھرا کہ اب قیامت تک کفر وضلالت کی آندھیاں اسے کبھی مٹا نہیں سکتیں!

تاریخ شاہد ہے کہ سفر مدینہ سے لے کربلا میں شہادت حضرت امام حسینؑ تک...... جناب زینبؑ نے اپنے بھائی کی ہر مصیبت اور ہر مشکل میں پورا پورا ساتھ دیا۔ دنیا میں کوئی بہن اپنے بھائی کے لیے جناب زینبؑ سے زیادہ ہمدرد، فدائی اور محبت کرنے والی نظر نہیں آتی۔ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جناب زینبؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کے لیے ترک وطن کیا۔ اپنے پیارے بچوں کو بھائی پر قربان فرمایا۔ اسلام کی صداقت کی گواہی دینے کے لیے قید و بند اور انتہائی مصائب برداشت کیے۔ لیکن حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں...... جناب زینبؑ بعد شہادت حسینؑ لٹے ہوئے حسینیؑ قافلہ کی سالار تھیں۔ اور روح فرسا حالات میں ایسے کارنامے انجام دیے...... کہ شریکۃ الحسینؑ کے عظیم لقب سے ملقب ہوئیں!

جب اسیرانِ آل محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ یزید کے دارالحکومت دمشق کی جانب روانہ ہوا تو اس شان کے ساتھ کہ اہلبیت رسولؐ کی مقدس اور یتیم بچے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھے۔ ان کے آگے آگے ایک نحیف و زار نوجوان جا رہا تھا۔ جس کے چہرے پر آثار بیماری عیاں تھے انہیں آہنی بیڑیوں میں بھی جکڑا ہوا تھا۔ جب حسینیؑ قافلہ کسی آبادی سے گزرتا تو تماشائیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے...... یہی وہ موقع تھا اسلام کے خطیب اعظم کی بیٹی کربلا کی شیر دل خاتون زینبؑ اپنے فصیح و بلیغ اور دل ہلا دینے والے خطبوں سے مقصد شہادت مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر روشنی ڈالتی تھیں...... دل شکستہ مظلومہ خاتون کے ان اثر انگیز خطبات کا سلسلہ بازاروں اور محلوں سے شروع ہو کر جب دمشق کے قصرِ ملوکیت تک پہنچا...... تو شام کی خاموش فضا تھرا گئی۔ انسانیت نے انگڑائی لی۔ امت کے دل میں بجھے ہوئے چراغ ایمان دوبارہ روشن ہوگئے اسلام کے پژمردہ چہرے پر تازگی کا غازہ مل گیا۔ اور خطبات زینبؑ کی روح کلمہ نعرہ تکبیر کی شکل میں فضائے دہر میں گونجنے لگی۔ اس طرح اسیرانِ آل محمدؐ کی قید، وہ آب حیات بن گئی جس نے اسلام کو حیات ابدی بخشی اور شہادت حسینیؑ کو تابندہ و پائندہ بنا دیا! محمدؐ کے خلوص نے حسینؑ کو خون بن کر حق کی گرتی ہوئی عمارت کو ہمیشہ کے لیے پائیداری بخشی...... تو حسینؑ کے لہو نے زینبؑ نے باطل کے سب سے بڑے اور مستحکم ترین قلعہ کو مسمار کر کے رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حسینؑ کی صبح اور زینبؑ کی شام نے اسلام کے ساتھ انسانیت کے بھی لیل و نہار بدل دیے۔

اے کربلا کی شیر دل خاتون! ہم غلاموں کا سلام قبول فرما! اور ہمیں بھی اسی جذبہ سے سرشار فرما۔ جس جذبہ سے اے اعظم تو خود سرشار ہے ہم بھی تیرے نقش قدم پر چل کر حقیقی معنوں میں حسینیت کی نشر و اشاعت کر سکیں۔ (خطیب آلِ محمدؐ سید اظہر حسن زیدی، لاہور)

حضرت زینبؑ نے خاتونِ جنتؑ کی وصیت پوری کر کے اسلام کو حیات ابدی عطا کی

انسانی معاشرہ میں جب تک سانحۂ کربلا کی یاد تازہ ہے۔ حضرت زینبؑ کی یاد اور ان کا احترام بھی زندہ رہے گا۔ سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''تم لوگوں کی عورتوں میں تقلید کے لیے چار عورتیں زندگی کے ہر دور میں کافی ہیں، حضرت مریمؑ بنت عمران (والدہ حضرت عیسیٰؑ) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور حضرت آسیہؑ زوجہ فرعون'' (ترمذی)

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرہؑ کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا:
''بے شک فاطمہؑ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔''

www.astrologyavenue.com
ماھنامہ ''آئینۂ قسمت'' کا آن لائن مطالعہ کریں

اور حضرت زینبؓ نے اسی خاتون جنتؓ کی آغوش میں پرورش پائی اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جیسی عظیم المرتبت ہستی نے اپنے سایۂ شفقت و عاطفت میں ان کو پروان چڑھایا۔ زینبؓ بنت علیؑ نے ہادی کونینؐ کی ذرے کو آفتاب بنا دینے کی مبارک ہستی کی آغوش میں صرف 6 سال گزارے تھے لیکن یہ سال بھی ان کے ذہن و دل پر اپنے گہرے نقوش چھوڑ گئے تھے۔ غرض یہ کہ حضرت زینبؓ کی پرورش اور تربیت ان عظیم المرتبت ہستی کے زیر سایہ ہوئی تھی جو پوری نوع انسانی کے لیے سرچشمۂ رشد و ہدایت ہیں۔ اس طرح ان کے پیکر میں جو عظیم شخصیت تعمیر ہو کر ابھری، وہ نہ صرف ہماری تاریخ کا مقدس اور قیمتی سرمایہ ہے بلکہ اپنی جگہ تاریخ ساز بھی ہے۔

حضرت زینبؓ 5ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں چھ سال کی ہوئیں تو پہلے نانا حضرت رسول مقبولؐ عالم فانی سے عالم باقی کی جانب تشریف لے گئے اور اس کے بعد والدہ، حضرت فاطمہؓ بھی دنیا سے منہ موڑ گئیں۔ والدہ نے آخری وقت ان کو وصیت کی کہ تم سب میں ممتاز ہونے کی بنا پر اپنے بھائیوں کا خیال رکھنا۔ چنانچہ صرف دس سال کی عمر میں انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے لیے ماں کی ذمہ داری سنبھال لی اور ان کا اس قدر خیال رکھا اور ان کو اس قدر محبت و شفقت دی کہ انہیں ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ان کی محبت بہن کی مثالی محبت تسلیم کی جاتی ہے لیکن اس بے مثال محبت اور جانثاری کا جو مظاہرہ میدانِ کربلا میں، اور پھر وہاں گزر جانے والی قیامت کے بعد ہوا، حضرت زینبؓ کے اصل کردار اور عظمت کی علامت اسی کو سمجھا جاتا ہے۔

اہل بیت کا قافلہ 3 محرم الحرام 61ھ کو میدان کربلا میں پہنچا تو خاندانِ رسولؐ کے ہر فرد کو اس امر کا اندازہ تھا کہ وہ دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں اور حق کی خاطر جان دینے کے سوا کوئی راہ نہیں۔ اس عالم میں ان کے عزم و استقلال اور جذبۂ شہادت کو تازہ رکھنے میں حضرت زینبؓ کی حوصلہ مندی اور فراست نے اہم کردار ادا کیا اور جب معرکۂ حق و باطل شروع ہوا تو انہوں نے اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی مامتا تک اپنے بھائی اور اسلام کی عظمت پر قربان کر دی اور اسیرانِ کربلا کی سرپرستی کا بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر لیا۔

کوفہ کے بازار میں حضرت زینبؑ کی تقریر

خواجہ حسن نظامی مرحوم

جب کربلا کا قتل عام ختم ہو گیا اور یزیدی فوج کے خونی حضرت امام حسین علیہ السلام اور تمام شہیدوں کے سر نیزوں کی نوکوں پر چڑھا کر یزید کے پاس لے چلے تو حضرت امامؑ کی عورتوں اور بچوں کے ہاتھوں میں رسیاں باندھ کر اونٹوں پر بٹھایا گیا۔ شہیدوں کے سر اور یہ قیدی جب کسی آبادی اور شہر سے گزرتے تو ہزاروں آدمی، عورت و مرد ان کا تماشہ دیکھنے جمع ہو جاتے تھے۔ جس وقت یہ قافلہ کوفہ کے بازاروں سے گزرا تو راستوں، گلیوں اور مکانوں کی چھتوں پر ہزاروں عورتیں مرد اور بچے کھڑے زار و قطار رو رہے تھے۔ قیدیوں میں حضرت زینبؓ بنت علیؑ بھی تھیں۔ جو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بیٹھی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں رسی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے تماشائیوں کو مخاطب کر کے یہ دردناک تقریر کی۔ حضرت زینب علیہا السلام بنی ہاشم کی عورتوں میں سب سے اچھی تقریر کرتی تھیں۔

دیکھو! دیکھو! ہمارا تماشہ دیکھو۔ میں فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ کی بیٹی ہوں۔ علیؑ میرا باپ تھا اور حسینؑ میرا بھائی تھا۔ جس کا کٹا ہوا سر میرے سامنے نیزے پر چڑھا ہوا جا رہا ہے۔ وہ آگے حسینؑ کا بیٹا بیمار عابد ہے جس کو رسیوں سے جکڑ کر باندھا گیا ہے۔ تم اپنے گھر کے بیماروں کو آرام پہنچاتے ہو۔ مگر اپنے رسولؐ کے بیمار نواسہ کی سیر بھی دیکھ لو کہ اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بیٹھا ہے۔ نہ دوا ہے نہ آرام ہے۔ نہ دھوپ کا سایہ ہے نہ نرم بستر ہے۔

جب تک منزل ختم نہ ہو جائے۔ ہم کسی جگہ اپنے اختیار سے ایک دم کو بھی ٹھہر نہیں سکتے۔ ہماری مجال نہیں ہے کہ ہم شکایت کریں یا پانی کا ایک گھونٹ مانگیں یا روٹی کا ایک ٹکڑا طلب کریں۔ ہم اس رسولؐ کے گھر والے ہیں جو بیماروں کا تیماردار جو بھوکوں کو روٹی، پیاسوں کو پانی اور قیدیوں کو رہائی دلاتا تھا۔ رسیدہ لوگوں کی دلجوئی کرتا تھا۔ مگر آج ہم خود بھوکے ہیں، پیاسے ہیں، بیمار ہیں۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ ذرا دم بھر کو اونٹ روک لو تا کہ پانی کا گھونٹ پی لیں تو ہمارے کوڑے مارے جاتے ہیں اور سزائیں دی جاتی ہیں۔

دیکھو! اس سے بڑا تماشہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اور خدا کرے کوئی بھی نہ دیکھے۔ مگر میں تم سے کہے دیتی ہوں کہ اس عزت پر، دنیا کی حکومت پر، دنیا

کی دولت پر گھمنڈ نہ کرنا۔ یہ سب چیزیں ہیں۔ اور میں تم سے یہ بھی کہتی ہوں کہ ہماری اس مصیبت سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ ہم نے حق و صداقت کے لیے اپنے سر کٹوائے ہیں، سب کچھ برباد کر دیا۔ اور اگر تم کو ہم سے محبت و ہمدردی ہے تو اس کی حمایت میں سچائی کو قائم رکھنے کے لیے ہماری طرح قربانیاں دینا اور جو مسلمان نہیں ہیں۔ ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اسلام ہی ایسا دین ہے جو سچ کی حمایت میں اپنا سر قربان کر دینا سکھاتا ہے۔ جو دین کو قبول کر لیتا ہے وہ سب سے بڑا سچا اور سب سے بڑا۔ سروش دنیا میں اس سے زیادہ کوئی بھی بے عقل نہیں ہے جو اسلام کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ تم کسی دین میں حسینؑ جیسا لاؤ جس نے اسلام کی سچائی کے لیے اپنا اور اپنے بچوں کا سر کٹوایا۔ اسلام کی عزت کے سامنے ہم عورتوں کی قید کا بھی اس کو غم ہو، وہ اسلام کا سب سے بڑا عاشق تھا۔

واقعۂ کربلا اور حضرت زینب کا کردار

ہر انسان کے کیریکٹر میں ماحول اور وراثت کو سب سے زیادہ دخل ہوتا ہے۔ اس اصول کے ماتحت دیکھا جائے تو حضرت زینبؑ کو ایک طرف رسولؐ کی نواسی ہونے کا شرف حاصل ہے تو دوسری طرف ابوالائمہ کی بیٹی اور دو اماموں کی بہن ہونے کی فضیلت کی مالک ہیں۔ مادر گرامی بھی سیدہ عالم کی ایسی عدیم المثال ماں تھیں۔ جن کے آستانِ عصمت پر انسانوں کا کیا ذکر فرشتے بھی سجدہ کرنا اپنے لیے باعثِ نجات سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جس برگزیدہ ہستی نے رسالت کی آغوش میں آنکھ کھولی ہو اور مسلسل امامت کے سائے میں پروان چڑھی ہو۔ اس کے دماغی ارتقا کا کیا عالم ہوگا۔ وہی عالم تھا جس کی توقع حسینؑ کے ایسے ہیرو کی بہن سے کی جا سکتی تھی۔ دوسری فضیلتوں کو تھوڑی دیر کے لیے نظر انداز بھی کر دیا جائے تو صرف یہی ایک بات کہ حسینؑ کی بہن تھیں ان کی عظمت اور بزرگی تسلیم کرا لینے کے لیے کافی ہے۔

ماحول اور وراثت کے علاوہ کیریکٹر کی تعمیر میں زندگی کے تجربات کو بھی بہت دخل ہوتا ہے۔ ان تجربات میں اگر صعوبات و تلخی شامل ہو تو اور زیادہ کارآمد بن جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ سونا بھی تپ کے نکھرتا ہے۔ انسان کی زندگی کا بھی یہی عالم ہے۔ شدتیں آتی ہیں اور ہلکی پڑ جاتی ہیں۔ مصائب آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ سختیاں مقابلہ کرتی ہیں اور ہار جاتی ہیں لیکن جوانمرد کے تیور میلے نہیں ہوتے۔ حقیقی انسان کا عزم اور ارادہ مضبوط ہو تو حالات بھی شرمسار ہو جاتے ہیں مولا حسینؑ کے مصائب میں جتنی جتنی شدت آتی گئی اتنا ہی حسینؑ کا رنگ نکھرتا گیا اور ان کے قلب مطمئن ہیں۔ استحکام بڑھتا ہی رہا۔ زینبؑ بھی حسینؑ کی بہن تھیں۔ ان کی ساری زندگی مصائب سے مقابلہ اور صبر و اطمینان کا مظاہرہ تھی۔

کم سن تھیں کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ظاہر ہے کہ خانہ داری کی ذمہ داریوں کی الجھنیں اور ایک مفلس مگر غریب نواز گھر کی مجبوریاں ہر وقت ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی ہوں گی۔ یہ پہلا امتحان تھا جو زندگی لے رہی تھی۔ سرور عالم کی بیٹی ظالمانہ مراحل طے کرتی رہتی لیکن تھوڑی مدت کے بعد ایک مردود خلائق کے ہاتھوں باپ کی ناگہانی وفات پردیس میں واقع ہوئی۔ بیٹی ابھی ماں کے غم کو بھلا نہیں سکی تھی کہ باپ کی مفارقت میں بھی سوگ نشین ہونا پڑا۔ زمانے نے اس پر بھی اکتفا نہیں کی بھائی جو منصب امامت پر فائز ہوا تھا۔ عزلت گزینی پر مجبور کر دیا گیا اور اسی کسمپرسی کے عالم میں جام شہادت نوش کر کے اپنے تمام جائز حقوق کے ساتھ دنیا کو بھی خیر باد کہہ گیا۔ بھائی کے جگر کے ٹکڑے بہن کی آنکھوں کے آگے طشت میں گرتے رہے لیکن اس کے ابرو پر شکن نہیں آئی۔ اس کو اپنے دل پر قابو اور دماغ پر پورا پورا اختیار حاصل رہا۔ کوئی مستند روایت ہم کو اس کا پتہ نہیں دیتی کہ ماں کی موت، باپ کی وفات، بھائی کی عزلت نشینی یا بالآخر شہادت کے موقع پر زینبؑ نے کبھی اس طرح ماتم کیا ہو جو دوسری عورتوں کا شعار ہوتا ہے۔ تاریخ نے ثابت کر دیا۔ سیرت زینبؑ نے شہادت حسینؑ کو اجاگر کیا۔

زینبؑ نے کبھی اور کسی موقع پر اس طرح الحاح و زاری اور فریاد و بکا نہیں کی جس کی مثال دنیا کی دوسری بڑی بڑی عورتوں کی سیرتوں میں ملتی ہے۔ واقعات کی روشنی میں اس محترمہ کا کیریکٹر بڑے بڑے صابرین و شاکرین کی سیرتوں سے ٹکر لیتے نظر آتا ہے اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو دوسروں کے مقابلہ میں بہت اعلیٰ اور ارفع ہی قرار پائے گا۔ حسینؑ کے ایسے بھائی کی لاش قتل گاہ میں پڑی ہے، سارا جسم جس کو جسد بے سر کہنا زیادہ صحیح ہوگا زخموں سے چور چور ہے، دل گردہ والی بہن آتی ہے یا یوں کہیے کہ حسینؑ کے ایسے بہادر کی بہن آتی ہے سرہانے کھڑے ہو کر بھائی کے تن پاش پاش کو گلوئے بریدہ سے قدموں تک آنکھ بھر کے دیکھتی ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے فرماتی ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر 40 پر)

Scanned with CamScanner

دربارِ یزید

پیشکش: سید محمد علی زنجانی

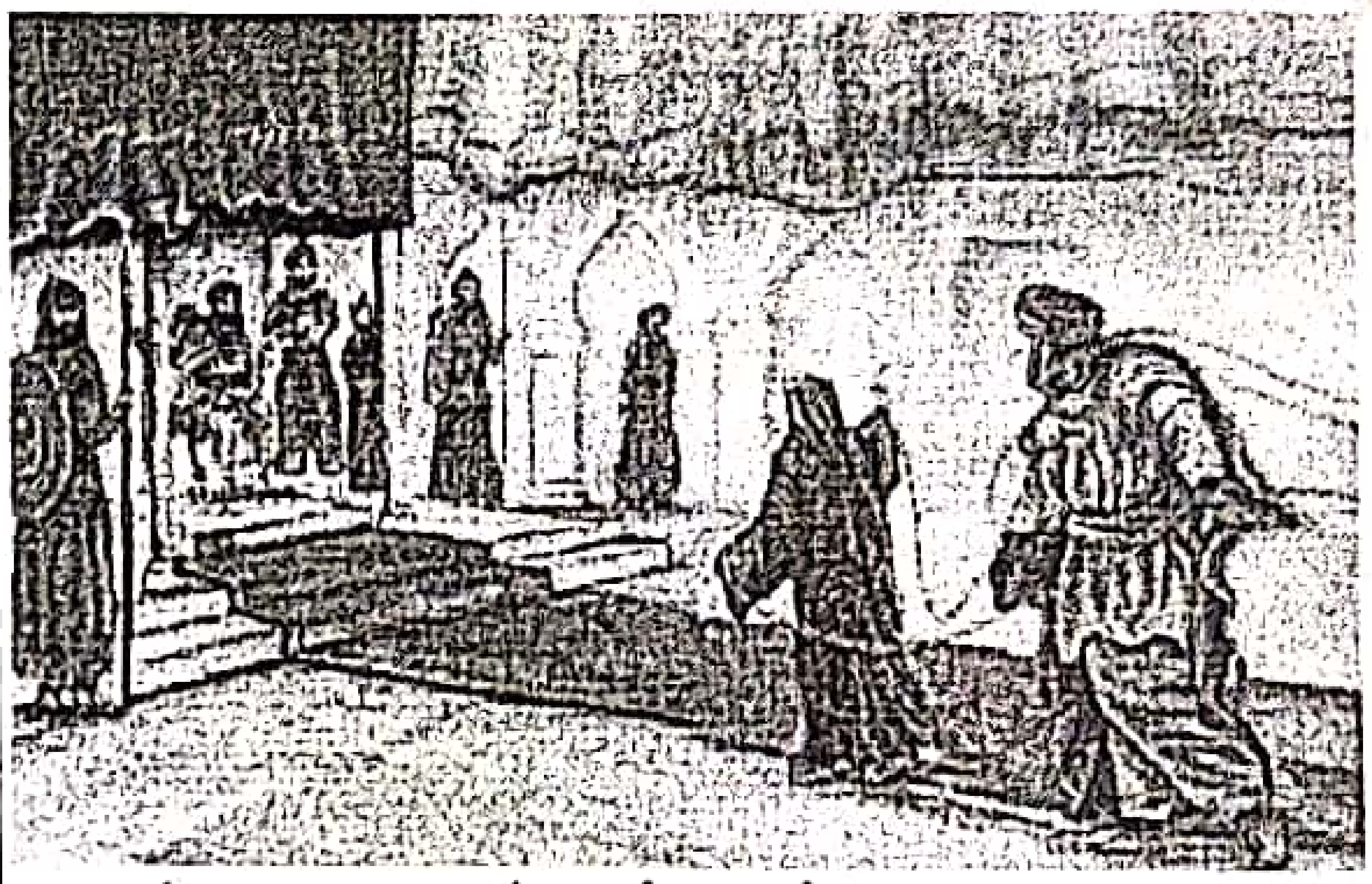

جب اسیروں کا قافلہ شام پہنچ گیا تو انہیں شہر کی جامع مسجد لے گئے اور وہاں دربار میں داخل ہونے کے لیے یزید کی اجازت کے منتظر رہے کہ مروان بن حکم مسجد میں آیا اور حادثہ کربلا کے بارے میں پوچھا:

ابن زیاد کے سپاہیوں نے وضاحت کی اس نے کچھ نہ کہا: اور واپس چلا گیا اس کے بعد یحییٰ بن حکم مسجد میں داخل ہوا اس نے بھی سانحہ کربلا کے بارے میں معلوم کیا اسے ماجرا بتایا گیا تو وہ اپنی جگہ سے کہتے ہوئے اٹھا خدا کی قسم روز قیامت تمہیں محمدؐ کا دیدار اور ان کی شفاعت نصیب نہ ہوسکے گی اور اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اب میں تمہارے کسی معاملے میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

بہرحال دربار یزید میں داخلہ کی اجازت ملی اور اہل بیت کے مرد جو کہ **12** تھے۔ پس گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے اور باقی ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے یزید کے دربار میں پہنچے۔

یزید اپنے قصر میں مشرف جیرون پر بیٹھا تھا اور شہیدوں کے سر اور اہلبیت کے داخل ہونے کو دیکھ رہا تھا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُولُ وَأَشْرَقَتْ
تِلْكَ الشُّمُوسُ عَلَى رُبَى جَيْرُوْنْ
نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صِحْ أَوْ لَا تَصِحْ
فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ الْغَرِيمِ دُيُوْنِي

اسیروں کو دربار یزید میں پہنچانے کے بعد انھیں یزید کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ امام زین العابدینؑ نے یزید سے فرمایا: اگر رسولؐ ہمیں اس حالت میں دیکھیں گے تو تیرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

فاطمہ دختر حسینؑ نے کہا: اے یزید! کیا رسولؐ زادیوں کو اس طرح قید کیا جاتا ہے۔

یہ جملہ سن کر دربار والے چیخ چیخ کر رونے لگے یزید نے یہ صورتحال دیکھ کر مجبوراً حکم دیا کہ علی بن الحسینؑ کے ہاتھ کھول دیے جائیں۔

اسی وقت امام حسینؑ کا سر دھو کر اور طشت طلا میں رکھ کر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا۔ یزید چھڑی سے امام حسینؑ کے دانتوں کو چھو کر کہنے لگا:

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ أُنَاسٍ أَعِزَّةٍ
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

یحییٰ بن حکم نے کہا:

لَهَامٌ بِجَنْبِ الطَّفِّ أَدْنَى قَرَابَةً
مِنِ ابْنِ زِيَادِ الْعَبْدِ ذِي النَّسَبِ الْوَغْلِ
سُمَيَّةُ أَمْسَى نَسْلُهَا عَدَدَ الْحَصَى
وَبِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَتْ بِذِي نَسْلِ

یزید نے اس کے سینہ پر مار کر کہا: خاموش ہوجا۔

اس کے بعد یزید نے دربار والوں کو مخاطب کر کے کہا: یہ شخص بڑا بنتا اور کہتا تھا: میرے والد یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے اور میرے جد اس کے جد سے بہتر ہیں اور میں اپنے کو اس سے افضل سمجھتا ہوں اسی لیے میں نے اسے قتل کردیا۔

رہی یہ بات کہ میرے والد یزید کے باپ سے بہتر ہیں، میرے باپ کا ان کے والد سے جو معاملہ ہوا وہ اس کے لیے حکمین کی ضرورت پیش آئی اور خدا نے میرے باپ کے حق میں فیصلہ کیا۔

اوران کا یہ کہنا کہ میری والدہ یزید کی ماں سے افضل ہیں، ہاں قسم اپنی جان کی فاطمہ بنت رسولؐ میری ماں سے بہتر ہیں۔

اوران کا یہ قول کہ میرے جد اس کے جد سے اعلیٰ ہیں، ہاں مسلّم ہے کہ جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے جد محمدؐ سے بہتر ہیں۔

رہا ان کا یہ کہنا: کہ میں یزید سے افضل ہوں تو شاید انہوں نے اس آیۃ کی تلاوت نہیں کی تھی۔قل اللهم مالك املك۔

اس کے بعد یزید نے امام زین العابدینؑ سے کہا: فرزند حسینؑ تمہارے والد نے قرابتداری کا لحاظ نہ رکھا اور میرا منصب و منزلت نہ دیکھ سکے، میری بادشاہت کے بارے میں مجھ سے الجھ پڑے اور خدا نے ان کے ساتھ جو کیا وہ تم نے بھی دیکھ لیا ہے۔

علی بن الحسینؑ نے اس آیۃ کی تلاوت کی:

مَا اَصَابَ مِنْ مُصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا: ان کا جواب دو! لیکن خالد سے کوئی جواب نہ بن سکا، یزید نے کہا: کہہ دو!

مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ

سکینہ فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں نے یزید سے بڑا کافر، ظالم اور سنگدل نہیں دیکھا ہے۔

روم کا سفیر یزید کے دربار میں

سفیر روم نے جو کہ یہ دلخراش منظر دیکھ رہا تھا، یزید سے کہا: تمہارے سامنے یہ کس کا سر ہے؟ یزید نے تعجب کے ساتھ پوچھا یہ سوال تم نے کیوں کیا۔

اس نے کہا: جب میں روم جاؤں تو مجھ سے یہاں کے دیکھے ہوئے حالات کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا، مجھے اس خوشی و مسرت کا سبب معلوم ہونا چاہیے تاکہ قیصر روم سے بتا سکوں کہ وہ بھی اس سے خوش ہو۔

یزید نے کہا: یہ سر فاطمہ بنت محمدؐ کے بیٹے حسینؑ کا ہے۔

سفیر روم نے پوچھا: محمدؐ وہی جو تمہارے پیغمبرؐ ہیں؟

یزید نے کہا: ہاں،

سفیر روم نے کہا: ان کے والد کا کیا نام ہے۔

یزید نے کہا: علی بن ابی طالب، رسولؐ کے چچازاد بھائی۔

سفیر روم نے کہا: نابود ہو جائے تمہارا آئین، میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے کیونکہ میرے والد، داؤد کے پوتے ہوتے ہیں میرے اور داؤد کے درمیان نسلوں کا فاصلہ ہے اور ہمارے آئین کا اتباع کرنے والے میرا احترام کرتے ہیں، اور جس گدھے پر حضرت عیسیٰؑ ایک بار سوار ہوئے تھے اس کے سم کی جگہ ایک کلیسا تعمیر کر دی گئی ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اور تم اپنے رسولؐ کے بیٹے کو قتل کرتے ہو جبکہ! رسولؐ اور حسینؑ کے درمیان ایک بیٹی کے علاوہ فاصلہ نہیں ہے یہ تمہارا کیسا دین ہے؟

روایت میں آیا ہے کہ: یزید نے یہ باتیں سن کر کہا: اس نصرانی کو یہیں قتل کر دینا چاہیے ورنہ یہ ہمیں اپنے ملک میں بدنام کرے گا۔

جب سفیر نے یہ حالت دیکھی تو کہا: اب تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو سنو کہ کل رات میں نے رسولؐ خدا کو خواب دیکھا ہے انہوں مجھے جنت کی بشارت دی ہے، اس خواب سے میں حیرت میں تھا، اب اس کی تعبیر ظاہر ہوگئی ہے، وہ بشارت صحیح تھی، اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھا، امام حسینؑ کے سر مقدس کو سینے سے لگایا اور چوم کر قتل ہونے تک روتا رہا۔

دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ دربار میں حاضر لوگوں نے سفیر روم کے قتل کے وقت امام حسینؑ کے سر مقدس سے صدائے **لا حول ولا قوة الا بالله**۔صاف طور پر سنی۔

خطبہ زینب کبریٰؑ:

عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ نے جب یزید کی اتنی جسارت و بے حیائی دیکھی اور دوسری طرف دربار کی حالت بھی مناسب دیکھی تو اٹھیں اور فرمایا:

حمد عالمین کے پروردگار کے لیے ہیں، صلوات وسلام ہو رسولؐ پر اور ان کی آل پر، خدا نے سچ فرمایا ہے: میرے کام کرنے والوں کی عاقبت یہ تھی کہ وہ خدا کی آیات کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اے یزید تو یہ سمجھتا ہے کہ تو نے زمین و آسمان کو ہم پر تنگ کر دیا ہے اور ہمیں اسیر بنا کر شہر در شہر پھرایا اور خیال کرتا ہے کہ خدا نے تجھے عزت اور ہمیں رسوا کیا ہے؟ تو یہ سمجھتا ہے کہ اس سے تو خدا کے نزدیک معزز ہو گیا ہے؟ اسی لیے غرور سے دیکھتا اور تکبر کے ساتھ چلتا پھرتا ہے اور اپنی حکومت اور منظم امور کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے، ذرا ہوش میں آ، کیا تو نے خدا کا

یہ کلام فراموش کر دیا ہے۔ کافر یہ خیال نہ کریں کہ یہ مہلت جو انھیں دی گئی ہے یہ ان کے لیے بہترین ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بہترین موقع ہے، بلکہ یہ مہلت ہم نے انھیں امتحان کے لیے دی ہے تاکہ وہ، اپنی سرکشی میں اور اضافہ کر لیں کہ ان کے لیے عذاب و رسوائی ہے، طلقاء کے بیٹے! کیا یہ انصاف ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو باعزت طریقہ سے پردہ میں بٹھائے اور رسولؐ زادیوں کو اسیر کر کے شہر در شہر پھرائے، ان کی ہتک کرے، انھیں برہنہ کر کے لوگوں کو تماشا دکھائے تاکہ قریب و دور اور شریف و رذیل سب انھیں دیکھیں، مردوں میں سے کوئی ان کے ہمراہ نہیں ہے نہ کوئی مددگار ہے اور نہ نگہبان۔

لیکن جگر خوارہ کے بیٹے اس سے کیسے غمگساری اور ہمدردی کی توقع کی جاسکتی ہے کہ جس کا گوشت و پوست شہیدوں کے خون سے بنا ہے اور جس کے دل میں ہماری طرف سے بغض وکینہ بھرا ہوا ہو اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جاسکتی ہے، اتنے بڑے گناہ کو تو حقیر سمجھتا ہے اور اپنی اس بدکرداری و ذلیل حرکت پر اپنے کافر باپ دادا پر فخر کرتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش وہ آج ہوتے اور تو نے جو بے رحمانہ قتل کیا ہے اسے دیکھ کر خوش ہوتے اور تیرا شکریہ ادا کرتے ابو عبداللہ اور جنت کے جوانوں کے سردار کے دانت پر چھڑی مارتا ہے یہ کیوں نہیں کہتا کہ اس زخم کو ناسور کر دیا ہے اور ان کی جڑ کاٹ دی ہے اور فرزند رسولؐ کو ”جو کہ آل عبدالمطلب اور زمین کے ستاروں میں سے تھے“ قتل کر کے اب اپنے بزرگوں کو بلا رہا ہے، ذرا ٹھہر! زیادہ دیر نہیں کہ تو ان سے ملحق ہوگا اور اس وقت یہ آرزو کرے گا کہ تیرا ہاتھ خشک ہو گیا ہوتا اور زبان گنگ ہو گئی ہوتی اور زبان پر وہ بات نہ لاتا اور یہ برا کام نہ کرتا! اے اللہ اس سے ہمارا حق اور انتقام لے اور ان ظالموں پر کہ جنہوں نے ہمارا خون بہایا ہے اپنا عذاب نازل فرما۔

اے یزید! خدا کی قسم تو نے اپنے گوشت و پوست کو پارہ پارہ کیا ہے اور تو رسولؐ سے اس بار یہ ”گناہ“ کے ساتھ ملاقات کرے گا جو تیرے دوش پر ہے تو نے آنحضرتؐ کی آل کا خون بہایا، ان کی کوئی عزت نہ سمجھی اور ان کی ناموس کو اسیر کیا ہے جبکہ خداوند ان کی پراکندگی کو جمعیت میں تبدیل کرے گا اور ان کا انتقام لے گا جو راہ خدا میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اور خدا کی بارگاہ سے روزی پاتے ہیں، یزید تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ حاکم ہے اور محمدؐ تیرے دشمن اور جبریل ان کے حامی ہیں اور جس نے تیرے لیے راستہ ہموار کیا ہے اور تجھے مسلمانوں پر مسلط کیا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کی کیا سزا ہے اور یہ بھی جان لے گا کہ تم میں سے کون زیادہ بدتر اور کس کی فوج ناتواں ہے۔

اگرچہ زمانہ کے مصائب نے مجھے یہاں لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ میں تجھ سے بات کروں، لیکن میری نظروں میں تیری اتنی بھی وقعت نہیں ہے کہ میں تجھے سرزنش کروں یا تیری تحقیر کروں لیکن کیا کروں میری آنکھیں اشک بار اور دل فگار ہے، جائے حیرت ہے کہ اللہ والے شیطان کا اتباع کرنے والوں کے ہاتھوں مارے جائیں، ہمارے خون سے تمہارے ہاتھ رنگین ہیں، تمہارے ہاتھ سے ہمارے گوشت کے ریشے نکل رہے ہیں اور ان پاکیزہ جسموں کے آس پاس درندے دوڑ رہے ہیں۔

جس چیز کو تو آج غنیمت سمجھ رہا ہے کل وہی تیرے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی اور جو کچھ تو نے کیا ہے اسے دیکھ لے گا، خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا، میں اسے شکوہ کرتی ہوں۔

امام زین العابدینؑ کا خطبہ:

امام زین العابدینؑ نے یزید سے کہا: میں جمعہ کے دن مسجد میں خطبہ دینا چاہتا ہوں۔ یزید نے کہا: ٹھیک ہے: جمعہ کا دن ہوا تو یزید نے اپنے مزدور خطیبوں میں سے ایک کو منبر پر بھیجا اور اس سے کہا: جہاں تک ہو سکے علیؑ و حسینؑ کی اہانت کرنا اور شیخین و یزید کی مدح کرنا اور اس خطیب نے ایسا ہی کیا۔

امام زین العابدینؑ نے یزید سے کہا: مجھے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے اپنا وعدہ پورا کر، یزید اپنے وعدے پر پشیمان تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ امامؑ خطبہ دیں، معاویہ بن یزید نے باپ سے کہا: ان کے خطبہ کا کیا اثر ہوگا؟ اجازت دے دیجیے تاکہ وہ جو کہنا چاہیں کہیں۔

یزید نے کہا: اس خاندان کی لیاقتوں کو تم نہیں جانتے ہو، یہ ایک دوسرے سے علم و فصاحت میراث میں پاتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ ان کے خطبہ سے شہر میں فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو اور اس کا وبال ہمارے سر پر آ پڑے۔

یزید نے یہ پیش کش قبول نہ کی تو لوگوں نے اصرار کیا امام زین العابدینؑ کو منبر پر جانے کی اجازت دی جائے۔

Scanned with CamScanner

یزید نے کہا: اگر یہ منبر پر چلے گئے تو خاندان ابوسفیان کو ذلیل کیے بغیر نہیں اتریں گے۔

یزید سے کہا گیا کہ یہ جوان کیا کرسکتا ہے۔

یزید نے کہا: ان کا تعلق اس خاندان سے ہے جس کے بچے بھی عالم ہوتے ہیں۔مختصر یہ کہ اہل شام کے اصرار پر یزید نے امام زین العابدینؑ کے منبر پر جانے کی موافقت کردی۔

امام زین العابدینؑ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثناء کے بعد خطبہ شروع کیا، سارا مجمع رو رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

لوگو! خدا نے ہمیں چھ خصلتیں عطا کی ہیں اور ہمیں سات خصوصیات کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت بخشی ہے۔ ہمیں علم، بردباری، سخاوت، فصاحت، شجاعت اور مومنین کے دلوں میں محبت عطا کی ہے اور دوسروں پر اس طرح فضیلت دی کہ رسولؐ، صدیق، امیرالمومنین علیؑ، جعفر طیار، شیر خدا و شیر رسولؐ کے دونوں فرزند امام حسنؑ و امام حسینؑ ہم میں قرار دیے ہیں۔

اس مختصر تعارف سے ''جو مجھے جانتا ہے، وہ جانتا ہے جو نہیں جانتے تو ان کے لیے میں آباؤ اجداد اور خاندان کا تعارف کرتا ہوں اور ان کے ذریعہ خود کو پہنچواتا ہوں۔

اے لوگو! میں مکہ ومنا کا بیٹا ہوں، میں زمزم وصفا کا فرزند ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے اپنی چادر پر رکھ کر حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کیا میں بہترین طواف وسعی کرنے والوں کی یادگار ہوں، میں بہترین حج کرنے اور تلبیہ کرنے والوں کا چشم و چراغ ہوں میں براق پر سوار ہونے والے کا فرزند ہوں میں اسی پیغمبرؐ کا نور نظر ہوں کہ جس نے ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کی، میں اس کا بیٹا ہوں جس کو جبریل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے اور مقام قرب ربوبی سے خدائے متعال سے نزدیک لے گئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے آسمان کے ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھی، میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس پر خدا نے وحی نازل کی ہیں محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰؑ کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے مغرور لوگوں کی ناک رگڑ کر کلمہ توحید پڑھوالیا، میں اس کا فرزند ہوں کہ جو رسولؐ کی طرف سے دو تلواروں اور دو نیزوں سے جنگ کرتا تھا۔ جس نے دو بار ہجرت اور دو بار بیعت کی جس نے بدر وحنین میں کافروں سے جنگ کی۔ جس نے چشم زدن کے لیے کفر اختیار نہ کیا۔ میں صالح مومنین اور وارث انبیاء کا فرزند ہوں، میں مشرکوں کو قتل کرنے والے، مسلمانوں کے امیر، مجاہدوں کے پیشوا، عابدوں کی زینت اور ''خوف خدا میں'' گریہ کرنے والوں کے افتخار کا بیٹا ہوں، میں بردبار لوگوں میں بردبار ترین اور اہلبیت رسولؐ میں سے بہترین نماز پڑھنے والا کا بیٹا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں، جبریل نے جس کی تائید اور میکائیل نے جس کی مدد کی، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے مسلمانوں کے حرم سے دفاع کیا اور مارقین و ناکثین اور قاسطین سے جنگ کی، میں اس کا فرزند ہوں جو قریش میں سب سے بہترین ہے میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے مومنین میں سے سب سے پہلے خدا اور رسولؐ کی دعوت قبول کی، میں ایمان کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے کا بیٹا ہوں اور سرکشوں کی کمر توڑنے والے کا بیٹا ہوں۔ میں مشرکوں کو تہ تیغ کرنے والے کا بیٹا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو منافقوں کے لیے خدا کی شمشیر خدا کے بندوں کے لیے زبان حکمت دین خدا کے محافظ اور اس کے ولی امر ہیں، حکمت خدا کے بوستان اور علم الٰہی کے حامل ہیں۔

وہ جوان مرد، سخی، شریف، نیکیوں کے جمع کرنے والے، سید، عظیم، ابطحی، خدا کی رضا پر راضی، مشکلوں میں آگے بڑھنے والے، صابر، ہمیشہ روزہ رکھنے والے، ہر آلودگی سے پاک اور بڑے نمازی تھے۔

اس نے اپنے دشمنوں کی نسلیں منقطع کردیں اور کفر کے ٹوکوں کا شیرازہ بکھیر دیا، وہ قوی واستوار دل کے حامل، عزم، بالجزم تھے اور جب جنگ میں نیزے ایک دوسرے سے گتھ جاتے تھے، تو آپ شیر کی مانند انہیں پراگندہ کر دیتے تھے، اور چکی کی طرح انہیں پیس دیتے تھے، وہ حجاز کے شیر، عراق کے سردار ہیں، وہ مکی و مدنی، خیفی، عقبی، بدری، احدی اور شجری ومہاجری ہیں۔ ان سب جگہوں پر وہ حاضر تھے، وہ عرب کے سید اور میدان جنگ کے شیر اور دو مشعر کے وارث ہیں اور حسنؑ و حسینؑ کے والد ہیں۔

وہی کہ ''جن سے یہ خصوصیات وصفات مخصوص ہیں۔'' میرے دادا علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

وائے ہو تجھ پر روز قیامت میرے جد اور والد تمہارے دشمن ہوں گے۔

یزید نے چلا کر مؤذن سے کہا: اقامت کہو! لوگوں کے درمیان شور وغل بپا

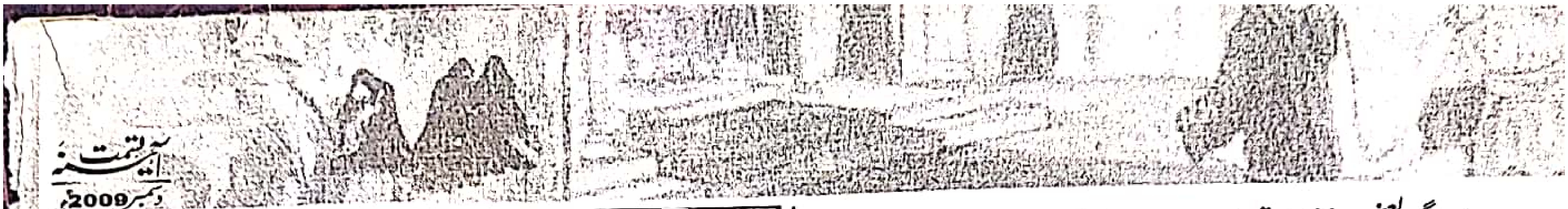

ہو گیا بعض نے نماز پڑھی اور بہت سے نماز پڑھے بغیر ہی پراگندہ ہو گئے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

میں شہید کربلا حسینؑ کا فرزند ہوں، میں علی مرتضیٰ کا پسر ہوں، میں محمد مصطفیٰ ؐ کا بیٹا ہوں، میں فاطمہ زہراؑ کا فرزند ہوں، میں خدیجہ الکبریٰ کا پسر ہوں، میں سدرۃ المنتہیٰ کا بیٹا ہوں، میں شجر طوبیٰ کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جو اپنے خون میں نہایا، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے ماتم میں جنات روئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس پر پرندوں نے نوحہ کیا۔

خطبہ امامؑ کا اثر:

حاضرین امام زین العابدینؑ کے اس خطبہ سے بہت متاثر ہوئے آپؑ نے اپنے خطبہ سے ان کے اندر بیداری کی لہر دوڑا دی اور انھیں جرأت و عبارت بخشی، اس مجمع میں ایک یہودی عالم بھی تھا اس نے یزید سے پوچھا یہ جوان کون ہے؟

یزید نے کہا: یہ علی بن الحسینؑ ہیں۔

اس نے پوچھا کون حسینؑ؟

یزید نے کہا: علی بن ابی طالبؑ کے بیٹے۔

اس نے پھر پوچھا ان کی والدہ کون ہیں؟

یزید نے کہا: دختر محمدؐ

یہودی نے کہا: سبحان اللہ! یہ تمہارے رسولؐ کی بیٹی کا فرزند ہے جسے تم نے قتل کیا ہے؟ تم رسول خداؐ کے کتنے بڑے جانشین ہو، خدا کی قسم اگر ہمارے پیغمبر موسیٰ بن عمران کی کوئی اولاد ہوتی تو ہم پرستش کی حد تک اس کا احترام کرتے جبکہ تمہارے رسولؐ کی کل وفات ہوئی ہے اور آج تم نے ان کے بیٹے کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے انھیں قتل کر دیا؟ افسوس ہے تمہارے حال پر۔

یہودی کی اس بات پر یزید کو غصہ آ گیا کارندوں سے کہا: ذرا اس کی خبر لو، یہودی عالم اٹھا اور کہا: اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ جو اولاد رسولؐ کو قتل کرتا ہے اس پر ہمیشہ لعنت ہوتی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

بقیہ: شریکۃ الحسینؑ...... جناب زینبؑ

"پروردگار عالم! تو ہماری اس عزیز قربانی کو قبول کر لے" یہ تھے وہ بین جو چہیتے بھائی کی لاش پر چہیتی بہن نے کیے تھے۔ انہیں میں زینبؑ کا وہ کیریکٹر جھلکتا ہے جس کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

حسینؑ عالم شناس تھے۔ زینبؑ تو پھر بہن تھیں۔ بہن بھائی کو بھائی بہن سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے؟ زینبؑ کی سیرت کو اچھی طرح جان لینے اور پرکھ لینے کے بعد ہی مرتے وقت اپنا گھر بہن کو سونپ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سپردگی اس لیے عمل میں آئی کہ یہ بہن بزرگ خاندان تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ایک وجہ ہو لیکن حسینؑ کا ایسا نباض فطرت اور حقیقت شناس جس کی نظریں تمام پردوں کو چاک کر کے ازلیت سے ابدیت تک کا جائزہ لے سکتی تھیں صرف سن وسال کا قدردان نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا اور سمجھتا تھا کہ جس مقصد کو حاصل کرنا تھا وہاں تک صرف میری بہن ہی پہنچ سکتی ہے اور جس کام کو اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک چلا کے میں چھوڑ جاؤں گا اس کی تکمیل یہ فہمیدہ اور دور بین بہن ہی کر سکے گی۔ یہی وہ خاص وجہ تھی جس نے حسینؑ کے دم رخصت سے یہ کہلوا دیا کہ ہم جاتے ہیں اب یہ گھر تمہارے حوالے ہے۔

کربلا کا خونین واقعہ کوئی بے سوچا سمجھا اقدام نہیں تھا۔ بلکہ اس کے برعکس حسینؑ کی قربانی کے پیچھے ایک عظیم الشان مقصد تھا جو صرف اپنے دوستوں اور ماننے والوں کو آتشِ دوزخ سے نجات دلانے کی تنگ نظری تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ ہم کو اس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے مجبور کرتا ہے کہ حسینؑ کے پیش نظر اسلام اور مسلمانوں سے متعلق تمام گزشتہ اور آئندہ حالات تھے۔ وہ بانیٔ اسلام کے اصلی منشا سے واقف تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اسلام کے اصولوں کی وضاحت ان کے والدِ محترم نے جس جس طریقہ سے کی تھی وہ سارے ہدایات مسخ کیے جا رہے تھے اور ان کی محنت ملیامیٹ ہو رہی تھی۔ ان کا تفکر و تعقل اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ شام کا تعیش بغداد کے قبۂ زعفرانی کا پیش خیمہ ہو گا۔ یزید کا جبر واستبداد ملوکیت اور شہنشاہیت کے روپ میں دوبارہ جنم لے گا اور اسلام کی سادگی قیصر و کسریٰ کی ملوکیت میں بدل دی جائے گی۔ وہ سماج کی اس طرز پر تشکیل کو قطعاً گوارا نہیں کر سکتے تھے اور نہ لمحہ بھر بھی اس برداشت کر سکتے تھے کہ انسان کا لہو ملوکیت اور شہنشاہیت کی خود غرضانہ ہوس نا کی کو پورا کرنے کے لیے پانی سے بھی زیادہ ارزاں بنا دیا جائے یہ خطرناک صورت حال حسینؑ کو بدلنا تھی اور انہوں نے بدلی۔

Scanned with CamScanner

انتخاب شہزادہ حافظ سید محسن علی زنجانی

مکہ میں امام حسینؑ کا خطبہ

مکہ سے روانگی کے وقت امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ دیا:

ساری تعریفیں اللہ سے مخصوص ہیں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے طاقت صرف خدا ہی کی ہے۔ اللہ اپنے رسولؐ پر رحمت نازل فرما۔

موت اولاد آدم کے لیے ایسی ہے جیسے لڑکی کے گلے میں گلو بند بندھا ہے میں اپنے بزرگوں سے ملاقات کی ایسی ہی آرزو رکھتا ہوں جیسی یعقوب کو یوسف کے دیدار کی آرزو تھی میری قتل گاہ اور مدفن پہلے منتخب ہو چکا ہے مجھے وہاں پہنچنا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ سرزمین کربلا پر بیابان کے درندے میرے جوڑ دبند کو ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں اور اپنا پیٹ بھر رہے ہیں اور نوشتہ تقدیر سے فرار نہیں کر سکتا۔ اہم اہلبیت رسولؐ راضی بہ رضائے خدا ہیں، ہم اس کی ابتدا پر صبر کرتے ہیں۔ وہ ہمیں صابروں کا اجر عطا کرتا ہے۔ یہ رسالتمآب سے رشتہ رکھنے والے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ بہشت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ انہیں دیکھ کر رسولؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہو جائے گا۔ جو ہماری راہ میں قربان ہونا چاہے۔ وہ ہمارے ساتھ آجائے۔ انشاء اللہ میں کل یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔

شب عاشورا امامؑ کا خطبہ

غروب کے وقت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب وانصار کو جمع کیا امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں میں بھی بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ کا خطبہ سنوں۔ اگرچہ میں بیمار تھا بابا نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

میں خدا کی حمد وثناء کرتا ہوں، بہترین ثناء، خوشی وناخوشی پر اس کی حمد کرتا ہوں اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ عزت بخشی ہمیں قرآن اور فقہ دین کا علم عطا کیا ہمیں سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور آگاہ دل دیا، ہمیں اپنے شکر گزاروں میں قرار دے میں نہیں جانتا کہ کسی کو میرے اصحاب سے زیادہ باوفا اور میرے اہل بیتؑ سے زیادہ فرمانبردار اور صلہ رحم کے زیادہ پابند اہلبیت ملے ہوں میری مدد پر خدا تم سب کو جزائے خیر عطا کرے میں جانتا ہوں کہ کل ہماری ان دشمنوں سے جنگ ہوگی میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں اور تم سے اپنی بیعت اٹھا رہا ہوں اب تم رات کے اندھیرے میں جدھر چاہو نکل جاؤ اور تم میں سے ہر ایک میرے اہلبیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر دیہات اور شہروں کی طرف نکل جاؤ تاکہ خدا تمہارے لیے کشائش پیدا کرے یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں اگر میں ان کے ہاتھ آگیا تو پھر تم سے سروکار نہیں رکھیں گے۔

امام حسینؑ کے انصار کا جواب:

امام حسینؑ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور بھانجوں نے عرض کیا ہم آپ کو اس لیے چھوڑ دیں تاکہ آپؑ کے بعد زندہ رہ سکیں خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔

سب سے پہلے عباسؑ بن علیؑ نے یہ بات کہی بعد میں دوسروں نے ان کی پیروی میں اسی مفہوم کے جملے کہے۔ امام حسینؑ نے عقیل کے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے لیے مسلم عقیلؑ کا مارا جانا کافی ہے میں تمہیں اجازت

ماہنامہ "آئینۂ قسمت" کا آن لائن مطالعہ کریں www.astrologyavenue.com

دیتا ہوں کہ تم لوگ چلے جاؤ۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ ہم نے اپنے بڑے سپہ سالار اور اپنے چچازاد بھائیوں، بہترین انسانوں کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا ان کی طرف سے دشمن پر تیر نہیں چلائے اور دشمن پر نیزہ و شمشیر سے حملہ نہیں کیا، نہیں خدا کی قسم ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے بلکہ اپنی جان مال اور اہل وعیال کو آپؑ پر فدا کریں گے۔ آپ کی طرف سے جنگ کریں گے اور جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ چلیں گے۔

امام حسینؑ کا استغاثہ:

جب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ وہ جام شہادت نوش کر کے خاک کربلا پر سو گئے ہیں اور اب کوئی نہیں جو آپؑ کی مدد کرے، اہلبیتؑ میں بے تابی کا عالم ہے تو فوج کوفہ کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا:

کیا کوئی ہے جو حرم رسولؐ سے دفاع کرے؟ کیا تمہارے درمیان ایسا موحد ہے جو ہمارے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد رسی کر کے خدا سے لو لگائے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کر کے خدا سے اجر وثواب کی امید رکھے۔

حرم کی عورتوں نے جب حسینؑ کی یہ آواز سنی تو ان میں ایک کہرام بپا ہو گیا (اور میرے والد بدر وحنین میں سپاہ کفر کا قلع قمع کرنے والے ہیں۔ علی مرتضیٰ دین کی محکم رسی ہیں، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے اور دشمن کے لشکر کو شکست دینے والے ہیں، جنگ احد ایک واقعہ ہے کہ جہاں ان کی حرارت نے دو لشکروں پر قابو پا کر شور وغلغلہ ختم کر دیا۔ پھر احزاب وفتح میں کہ جس میں دو عظیم لشکروں کی نابودی تھی راہ خدا میں کیا، کیا اس بدکردار امت نے عترت رسولؐ اور عترت علیؑ کے ساتھ کیا، کیا فوج کفار سے مقابلہ کے وقت علیؑ شجاع وعظیم، انہوں نے بچپنے میں خدا کی عبادت کی جبکہ قریش دو بتوں کو پوجتے تھے اور علیؑ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی یہاں تک کہ چشم زدن کے لیے بھی ایسا نہیں کیا۔) امام زین امام حسینؑ کی آواز سن کر خیمہ سے باہر نکل آئے۔ بیماری کا یہ حال تھا کہ شمشیر نہیں اٹھا سکتے تھے لیکن اس ناتوانی کے باوجود میدان کی طرف چلے، ام کلثوم پیچھے پیچھے آواز دیتی چلیں! بھتیجے لوٹ آؤ! امام زین العابدینؑ فرماتے تھے: پھوپھی مجھے چھوڑ دیجیے تاکہ فرزند رسولؐ سے وفا کروں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: بہن انھیں روک لو! ڈرتا ہوں کہ زمین نسل آل محمدؐ سے خالی نہ ہو جائے۔ امام حسینؑ کے اس استغاثہ کا دشمن کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا اسی لیے آپؑ اصحاب کی لاشوں کے پاس آئے اور فرمایا:

اے حبیب بن مظاہر! اے زہیر بن قین: اے مسلم بن عوسجہ اے دلبرو، اے جنگ کے زمانہ کے شہسوارو! اٹھو میں تمہیں آواز دے رہا ہوں لیکن تم میری آواز نہیں سن رہے ہو، میں تمہیں بلا رہا ہوں تم کیوں نہیں آ رہے ہو؟ تم سو رہے ہو؟ مجھے امید ہے کہ گہری نیند سے بیدار ہو گے یہ آل رسولؐ کی عورتیں ہیں تمہارے بعد جن کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اے شریفو نیند سے اٹھو! اور آل رسولؐ کو سرکشوں سے بچاؤ۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ شہیدوں کی پاکیزہ لاشوں میں حرکت ہوئی تاکہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہیں اور زبان حال یا قال سے عرض کیا: ہم آپ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں، آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔

آخری خطبہ:

امام حسینؑ نے اپنے آخری خطبہ میں سلیس وبلیغ بیان سے دشمنوں کو دنیا کے فریب میں آنے اور اس پر مغرور ہونے سے ڈرایا، مورخین کی عبارتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے اس ولولہ انگیز خطبہ اور آپؑ کی شہادت کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے، خطبہ یہ ہے:

خدا کے بندو! خدا سے ڈرو، دنیا سے دامن بچا کر رکھو اگر دنیا کسی کے لیے باقی رہتی اور اگر کوئی دنیا میں ہمیشہ باقی رہتا تو خدا انبیاء کی بقاء اور خدا کی رضا اور اس کی قضا پر راضی رہنے کے زیادہ حق دار تھے، لیکن خدا نے دنیا کو امتحان وآزمائش اور اہل دنیا کو فنا کے لیے پیدا کیا ہے، یہاں پر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے اور اس کی نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اس کی مسرتیں رنج میں بدل جاتی ہیں، دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ توشہ وزادراہ فراہم کرنے کی جگہ ہے پس زادراہ فراہم کر لو اور بہترین زادراہ تقویٰ ہے، خدا کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔

آخری رخصت:

پھر امام حسینؑ دوبارہ خیمہ میں آئے، اپنے اہلبیت سے رخصت ہوئے

Scanned with CamScanner

اور انھیں صبر و شکیبائی کی تلقین کی، خدا کے اجر و ثواب کا وعدہ کیا اور فرمایا:

اپنا لباس پہن کر بلاؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ، اور سختیوں کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ، جان لو کہ خدا تمہارا حافظ و نگہبان ہے دشمن کے شر سے جلد ہی نجات دلائے گا اور تمہاری عاقبت بخیر ہوگی اور تمہارے دشمنوں کو بلاؤں میں مبتلا کرے گا اور تم جو رنج و مصیبت اٹھاؤ گے اس کے عوض تمہیں نعمتوں اور عظمتوں سے نوازے گا پس زبان سے شکوہ نہ کرنا اور ایسی بات نہ کہنا جس سے تمہاری قدر گھٹ جائے۔

اس کے بعد فرمایا: میرے لیے ایسا لباس لاؤ جس کی کوئی طمع نہ کر سکے میں اسے لباس کے نیچے پہنوں گا تاکہ اسے کوئی نہ اتارے۔ چنانچہ آپ کے لیے چھوٹا لباس لایا گیا۔ آپؑ نے فرمایا:

نہیں! یہ لباس ذلیل لوگوں کا ہے، پھر پرانا لباس لیا، اسے پارہ پارہ کر کے پہن لیا۔ (میری عزیزہ یہ آخری رخصت ہے اب روز قیامت حوض کوثر کے کنارے ملاقات ہوگی۔ روؤ نہیں اسیری کے لیے تیار رہو، بہترین بردباری کو اپنا شعار بناؤ اور جب میرا ٹکڑے ٹکڑے بدن خاک پر اور رگوں سے خون بہتے ہوئے دیکھو تو صبر کرنا۔) اس کے بعد حجرہ سے پاجامہ طلب کیا اور اس میں چاک لگا کر پہن لیا۔

جب میدان کی طرف جانا چاہتے تھے اس وقت اپنی اس بیٹی کی طرف متوجہ ہوئے جو عورتوں سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھی بین کر رہی تھی، اس کے قریب گئے، تسلی دی، زبان حال سے یہ کہا:

هٰذَا الْوَدَاعُ عَزِیْزَتِیْ وَالْمُلْتَقٰی
یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَ حَوْضِ الْکَوْثَرِ
فَدَعِی الْبُکَاءَ وَلِلْاَسَارِ تَهَیَّئِیْ
وَاَشْعَرِی الصَّبْرَ الْجَمِیْلَ وَ بَادِرِیْ
وَاِذَا رَاَیْتِنِیْ عَلٰی وَجْهِ الثَّرٰی
دَامِی الْوَرِیْدِ مُبَعَّضًا فَتَصَبَّرِیْ

خطبہ امام حسینؑ:

امام حسین علیہ السلام نے اپنا گھوڑا طلب کیا، سوار ہوئے اور بلند آواز میں ندا کی جسے عمر بن سعد کے لشکر میں سے اکثر لوگوں نے سنا:

لوگو! میری بات سنو! جنگ کرنے میں اس وقت تک عجلت نہ کرو جب تک کہ میں تمہیں اس چیز کی نصیحت نہ کر دوں، جس کا ادا کرنا میرے اوپر فرض ہے میں تمہارے سامنے حقیقت بیان کیے دیتا ہوں اور اگر انصاف سے کام لو گے تو خوش بخت ہو جاؤ گے اور اگر قبول نہیں کرو گے اور حق و انصاف کی راہ سے کنارہ کشی کرو گے اور اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہناؤ گے اور ہم سے جنگ کرو گے خدا میرا آقا و مولا ہے کہ جس خدا نے قرآن نازل کیا اور نیکوکاروں کے اختیار میں دے دیا۔

اہل حرم امام حسینؑ کا یہ خطبہ سن کر رونے لگے آہ و فغاں کی آواز بلند ہوگئی تو آپؑ نے عباسؑ و علیؑ سے فرمایا: خیمہ میں جا کر اہل حرم کو تسلی دو، نیز فرمایا: قسم اپنی جان کی اس کے بعد اور زیادہ روئیں گے۔

اہلبیتؑ کا نالہ و شیون بند ہو گیا تو آپؑ خدا کی حمد و ثناء بجا لائے اور نہایت فصیح لہجہ میں خدا کو یاد کیا۔ خدا کے رسولؐ، فرشتوں اور انبیاء پر درود بھیجا اور اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

لوگو! میرا نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں/ ہوش میں آؤ اپنے نفسوں پر ملامت کرو اور غور کرو کیا مجھے قتل کرنا اور میری حرمت پامال کرنا تمہارے لیے روا ہے؟

کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا اور رسولؐ کے وصی کا فرزند اور آنحضرتؐ کے ابن عم کا پسر نہیں ہوں۔ کیا میں اس کا نور چشم نہیں ہوں، جو سب سے پہلے ایمان لایا اور رسولؐ کی ان باتوں کی تصدیق کی جو وہ خدا کی طرف سے لائے تھے۔

کیا سید الشہداء حضرت حمزہؓ میرے چچا نہیں ہیں، کیا جعفر طیارؓ کہ جنہیں خدا نے دو پر عطا کیے ہیں جن کے ذریعہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں وہ میرے چچا نہیں ہیں؟

کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے: یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

اگر تمہیں میری باتوں کی صداقت میں شک ہے تو جان لو کہ جس دن سے مجھے یہ معلوم ہے کہ خدا جھوٹوں کو پسند نہیں کرتا اور انہیں دشمن سمجھتا ہے تو اس دن سے میں نے عمداً و سہواً جھوٹ نہیں بولا ہے۔ تمہارے درمیان ایسے افراد موجود ہیں جو سچ بولنے اور صحیح کہنے میں مشہور ہیں وہ میری بات کی تصدیق کریں۔ کیا یہ گواہیاں میرا خون بہانے سے باز نہیں رکھ سکتیں۔

خولی بن یزید، اس نے امام حسینؑ پر حملہ کیا اور آپؑ کا سر قلم کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گیا اور کہا:

Scanned with CamScanner

اَوْقِرْ رِكَابِي فِضَّةً وَذَهَبًا
اِنِّي قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبَا
قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ اُمًّا وَاَبًا
وَخَيْرَهُمْ اِنْ يَنْسُبُوْنَ نَسَبًا

(میرا دامن سونے اور چاندی سے بھر دو کہ میں نے بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو کہ والدین کے لحاظ سے افضل اور حسب نسب میں سب سے اعلیٰ تھا)

ملائکہ میں کہرام:

امام حسینؑ شہید کر دیے گئے تو آسمان پر ملائکہ میں کہرام برپا ہو گیا اور بارگاہ خدا میں عرض کی: حسینؑ تیرا برگزیدہ اور تیرے رسولؐ کا فرزند ہے۔ خدا نے ملائکہ کے سامنے حضرت قائمؑ کی تصویر ظاہر کی اور فرمایا: میں اس قائم کے ذریعہ خون حسینؑ کا انتقام لوں گا۔

خبر شہادت:

راوی کہتا ہے: ایک کنیز امام حسینؑ کے خیام کی طرف سے آئی، ایک آدمی نے اس سے کہا: اے کنیز خدا! تیرا مولا قتل کر دیا گیا۔
کنیز کہتی ہے: میں دوڑی ہوئی حرم کے پاس گئی اور نالہ کیا دیگر عورتیں بھی میرے ساتھ گریہ کرنے لگیں۔

آخری شہید:

سوید بن مطاع بہت زیادہ زخم کھا کر گر پڑے تھے۔ ظاہراً وہ حملہ اولیٰ میں دشمنوں کے تیروں سے زخمی ہو کر گر پڑے تھے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ جب انھیں ہوش آیا تو قتل حسینؑ کی آواز سنی، اپنے اندر اٹھنے کی طاقت محسوس کی چنانچہ اپنی تلوار لے کر اٹھے اور کافی دیر تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے کہ عروہ بن بطان و زید بن رقاد نے انھیں قتل کیا، امام حسینؑ کے اصحاب میں سب کے بعد یہی شہید ہوئے۔

ذوالجناح:

شہادت کے بعد آپؑ کا گھوڑا ہنہناتا اور گریہ کرتا خیموں کی طرف دوڑا، خونِ حسینؑ سے اس کی پیشانی رنگین تھی۔

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ گھوڑا کہہ رہا تھا:
"الظَّلِيمَةُ الظَّلِيمَةُ مِنْ اُمَّةٍ قَتَلَتْ اَبْنَ بِنْتِ نَبِيِّهَا"
افسوس اس امت کے ظلم پر جس نے اپنے نبیؐ کا نواسہ قتل کر ڈالا، یہی فریاد کرتا ہوا خیموں کی طرف چلا۔

زیارت ناحیہ میں آیا ہے:
یہ ہے جبریل جس کی گہوارہ جنبانی کرتے تھے اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل ان کے خدمت گزار تھے، اور صلصائیل ان کے آزاد کیے ہوئے ہیں، یہ وہ ہیں جن کے قتل ہونے سے عرش خدا کانپ اٹھا وائے ہو تم پر لوگوں سے یہ بتاؤ کہ میں محمد مصطفیٰؐ علی مرتضیٰؑ فاطمہ زہراؑ حسنؑ مذکی، آئمہ ہدیٰ، آسمان کے ملائکہ اور انبیاء اور اوصیاء کا قاتل ہوں۔
راوی کہتا ہے: میں نے اس عورت کا نام پوچھا تو بتایا کہ میں زینب بنت علی بن ابی طالبؑ ہوں اور یہ قیدی سب رسولؐ و علیؑ کی بیٹیاں ہیں۔

خبر غیبی:

حضرت زینبؑ کہتی ہیں جب ابن ملجم کی ضرب سے بابا کا سر شگافتہ ہو گیا اور میں نے آپ کے چہرہ اقدس پر شہادت کے آثار دیکھے تو عرض کی! بابا! ام ایمن نے مجھے رسولؐ کی ایک حدیث سنائی ہے میں آپؑ کی زبان سے سننا چاہتی ہوں۔ میرے بابا نے فرمایا: حدیث وہی ہے جو ام ایمن نے تمھیں سنائی ہے، گویا میں تمھیں رسولؐ کے خاندان کی دوسری عورتوں کے ساتھ اسی شہر میں دشمن کے ہاتھوں اسیر دیکھ رہا ہوں، اور تم خوف زدہ ہو اس مصیبت پر صبر کرنا، قسم اس ذات کی جس نے دانہ شگافتہ کیا اور جنین کو پیدا کیا اس دن روئے زمین پر تم سے اور تمہارے شیعوں سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی محبوب نہ ہوگا۔

حضرت زینبؑ کا خطبہ:

جس وقت حسین قافلہ والوں کی حالت دیکھ کر کوفہ کی عورتیں گریہ وزاری کر رہی تھیں اور اپنے گریبان چاک کر رہی تھیں ان کے ساتھ کوفہ کے مرد بھی رو رہے تھے۔ اس وقت حضرت زینبؑ نے مردوں سے کہا: خاموش رہو۔
اس سے نہ صرف یہ کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے بلکہ اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند ہو گئی۔

ماہنامہ "آئینۂ قسمت" کا آن لائن مطالعہ کریں www.astrologyavenue.com
Scanned with CamScanner

مولودِ کعبہ علی علیہ السلام کی خاطر سورج کا پلٹنا

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ کی طرف وحی کی گئی اس حال میں کہ آپ کا سرِ اقدس حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ پس حضرت علیؓ نے نمازِ عصر ادا نہ فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا: اے علی کیا تو نے نماز ادا نہیں کی؟ عرض کیا نہیں! آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا پس اس پر سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا پھر میں نے اسکو غروب کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔ (مشکل الآثار ۴: ۳۸۸)

(از علامہ طاہر القادری' کتاب: ذبح عظیم)

حسین علیہ السلام کی زندگی کے مقاصد کا نچوڑ

از حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب

واقعہ شہادت کو اول سے آخر تک دیکھئے امام حسینؓ کے خطوط اور خطبات کو غور سے پڑھئے آپکو معلوم ہوگا کہ مقصد یہ تھا:

(1) کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دینا

(2) اسلام کے نظام عدل کو از سرِ نو قائم کرنا۔

(3) اسلام میں خلافتِ نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کے مقابلہ میں مسلسل جہاد۔

(4) حق کے مقابلہ میں زرزر کی نمائشوں سے مرعوب نہ ہونا

(5) حق کے لئے اپنا جان ومال اور اولاد سب قربان کردینا۔

(6) خوف و ہراس اور معیبت و مشقت میں نہ گھبرانا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اسی پر توکل اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

کوئی ہے جو جگر گوشہ رسولؐ مظلوم کربلا' شہیدِ جور و وفا کی اس پکار کو سنے اور ان کے مشن کو ان کے نقش قدم پر انجام دینے کے لئے تیار ہو۔ ان کے اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

مومن کے آنسو

امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا:
سحر کے وقت مومن کے بہنے والے آنسوؤں سے ڈرو۔ کیونکہ یہ رُلانے والے کو تباہ کردیتے ہیں اور جس کے حق میں دُعا کرے اس کیلئے آگ کے دریا کو بھی بجھا دیتے ہیں۔

یہ کون سی مستور ہے کیا مانگ رہی ہے
ہر صاحبِ غیرت سے رِدا مانگ رہی ہے
اسلام کی خدمت کا صلہ مانگ رہی ہے
پردیس میں مرنے کی دُعا مانگ رہی ہے
افسردہ فلک ہے تو ستم خوردہ زمیں ہے
جبریل امیں دیکھ یہ زینبؑ تو نہیں ہے

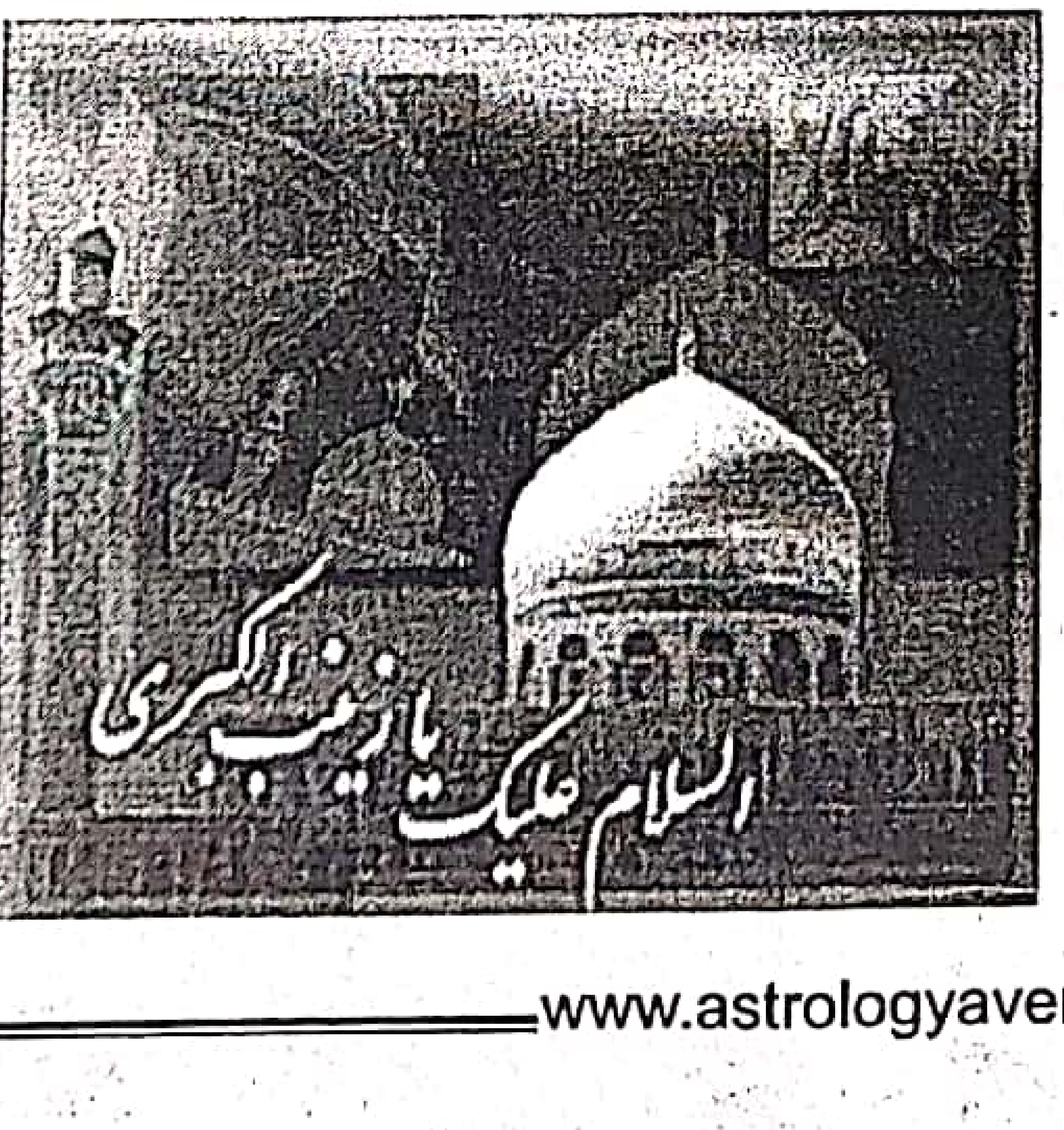

انتخاب: شہزادہ سید مصور علی زنجانی

معصوم ستارہ

حضرت علی اصغرؑ کو ایک فرانسیسی شاعر کا خراج عقیدت

موسیو الیگزینڈر گنل فرانس کے مایۂ ناز شعراء میں سے ہیں۔ ان کی عظمت کے اعتراف کے طور پر فرنچ اکیڈمی نے شاعری کا سب سے بڑا تمغہ ان کو دیا۔ وہ اعتقاداً مسیحی ہیں اور مسیحیت پر ان کی نظمیں فرانس میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اسی فرانسیسی شاعر نے (L,Etoiledesenfants) کے نام سے جناب علی اصغرؑ کا ایک مبسوط مرثیہ فرنچ زبان میں کہا ہے۔ جو ان ہی کے لکھے ہوئے مقدمہ کے ساتھ مجلس صارف پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اس مقدمہ کا ایک حصہ اور مرثیہ کا ایک اقتباس جو فرنچ نظم کا اردو نثر میں ترجمہ ہے، پیش کیا جاتا ہے۔

اس وقت آپ کے سامنے خداوند عالم پر اعتماد اور بھروسہ کی اعلیٰ نور پر ''معصوم ستارہ'' پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ نظم فرانس اور دیگر ممالک کے زوال کے سامنے کربلا کے انتہائی المناک سانحہ کا سب سے زیادہ دردناک منظر پیش کرتی ہے۔ یہ دردناک اور عظیم سانحہ کروڑوں مسلمانوں کے ہمدردیوں سے برمائے ہوئے ہے اور بجا طور پر انسانی تاریخ کا سب سے بھیانک جرم تصور کیا جاتا ہے۔

یہ گلدستہ نظم خدائے قدوس پر اعتماد کے اظہار کا ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے جس میں رسولؐ اسلام کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے لاڈلے بیٹے فرزند حسین ابن علیؑ کے سب سے چھوٹے پسر علیؑ اصغر کی شہادت کا نوحہ کیا گیا ہے۔ علی اصغر کی شہادت کا واقعہ اس واقعہ کا جزو ہے جب حسینؑ اپنے خاندان اور چند رفیقوں کے ساتھ ریگستان میں نہر فرات کے کنارے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور یزید کی فوجوں نے ان کو اپنے حلقہ میں لے کر پانی بند کر دیا تھا۔ تیسرے دن ان بہادروں اور یزید کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ حسینی مجاہدین میں سب جوان ایک ایک کر کے دادِ شجاعت دیتے ہوئے عزت کی موت مرتے رہے۔ ان میں ہر ایک نے وہ زبردست جنگ کی اور دشمن کی فوج کا اس طرح مقابلہ کیا کہ ہر ایک جانباز کا کارنامہ شجاعت ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

فوج کی تعداد کی کثرت کا کوئی علاج نہ تھا آخری موقع پر حسینؑ نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے شیر خوار فرزند علیؑ اصغر کو دشمن کی فوجوں کے سامنے پیش کر دیں اور اس کی جان بچانے کے لیے دشمن سے تھوڑا پانی طلب کریں اس سوال کا جواب ایسے قاتل تیر سے دیا گیا جس نے اس ننھی سی جان کے گلے کو چھید دیا۔ اور بچہ اپنے مظلوم باپ کی آغوش میں تڑپ کر ختم ہو گیا۔ زوال آفتاب کے بعد جبکہ سائے دراز ہونے لگے۔ یہ عجیب جنگ ختم ہو گئی۔ باعزت باپ کا باعزت فرزند حسینؑ بن علیؑ خود بھی عزت کی موت سے ہمکنار ہوا اور دشمن کو قابل نفرین فتح حاصل ہوئی۔ لاوارث خواتین اور صغیر سن بچے قید کر لیے گئے اور ان کی تمام مملوکات لوٹی کھسوٹی گئیں حتیٰ کہ باعزت خواتین کی سروں کی چادریں تک بھی چھین لی گئیں اور ایک ادنیٰ سی چیز یعنی بھیڑ کی کھال جو حسینؑ کے ایک نوجوان فرزند زین العابدینؑ کا بستر علالت تھی دشمنوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہی۔ بچوں کے گوشوارے اس بے دردی سے کھینچے گئے کہ کانوں سے خون بہنے لگا۔ اس تمام ظلم و ستم کے بعد حسینؑ اور ان کے رفقا کے خیموں میں آگ لگا دی۔

اس عظیم سانحہ کے تیسرے روز قابل نفرت فاتحوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد کوفہ کی طرف کوچ کیا تا کہ ان باعزت قیدیوں کو کوفہ کے گورنر عبیداللہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ قیدی اونٹوں کی برہنہ پشت پر بٹھائے گئے جو پلٹ پلٹ کر اپنے عزیز ترین رشتہ داروں، وارثوں، بھائیوں اور بیٹوں کے خون آلودہ لاشوں کو دیکھتے جاتے تھے جن کو وہ گرم ریت پر چھوڑے جا رہے تھے۔ یتیم بچوں کے نالہ فریاد سے دل ہل جاتے

ماہنامہ ''آئینہ قسمت'' کا آن لائن مطالعہ کریں www.astrologyavenue.com

Scanned with CamScanner

تھے اور آسمان کانپتا معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں گورنر کے سامنے حاضری دینے کے بعد یہ قافلہ دمشق کے لیے روانہ کیا گیا تا کہ شہداء کے کٹے ہوئے سروں کو تحفہ کے طور پر یزید کے حضور پیش کیا جائے۔ اس پورے سفر میں حسینؓ کی بہن زینبؓ اپنے شہید بھائی کے قائمقام کی حیثیت سے ان قیدیوں کی سرداری کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ یہ باعزت خاتون علیؓ کی دختر تھیں جنہوں نے بازار کوفہ میں پشت ناقہ سے تماشائیوں کے مجمع کو سناتے ہوئے دالامارۃ میں گورنر کو خطاب کرتے ہوئے اور دمشق کے شاہی محل میں خود خلیفہ کو مخاطب کر کے نہایت زبردست اور یادگار تقریریں کیں۔ ظالموں نے کمسن بچوں تک کو معاف نہیں کیا۔ ان کو اس طرح رسیوں میں باندھا گیا تھا کہ ان کے گلے ان کی ماؤں اور پھوپھیوں کے بازوؤں سے بندھے ہوئے تھے۔ اور خصوصاً علیؓ بن حسینؓ زین العابدینؓ کو باوجود ان کی سخت علالت کے سر سے پیر تک لوہے میں جکڑا گیا تھا۔ کربلا کی ان بے مثال ہستیوں نے اعلیٰ حصول کے لیے اپنی اپنی اولاد، اپنے اقربا اور ساتھیوں کی جانوں کو قربانی کے لیے پیش کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا اور اس لیے اگر تمام مشرقی ممالک کربلا کے سانحہ پر آج تک آنسو بہاتے ہیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جس شخص کے دل میں احساس کا تھوڑا سا مادہ بھی ہو وہ اس شریفانہ اور پاکیزہ اقدام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کربلا کا نام سنتے ہی جہاں حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی اعلیٰ شجاعت اور بے نظیر قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ وہاں معصوم بچوں کی پانی پانی کی چیخ و پکار اور باعزت خواتین کی نالہ و فریاد کی صدائیں بھی کانوں میں گونج اٹھتی ہیں۔ کربلا کا ریتلا میدان تاریخ اسلام کی تاریک ترین ساعتوں کو یاد دلاتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاریک گھڑیاں بلند تری اخلاق و کردار کی عظیم الشان بنیاد بن گئی ہیں۔ کربلا کے ہیرو اپنی اعلیٰ شجاعت اپنے پاکیزہ اصول اپنے غیر متزلزل عقیدے اور اپنی عظیم الشان مثال کے ذریعہ سے انسانی قلب و دماغ میں بلند ترین جذبہ شرافت کو حرکت دیتے رہیں گے اور اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ منفرد مقام پر نظر آئیں گے۔ اس گلدستہ نظم کی بنیاد اس طرح پڑی کہ فرانس کے کمسن بچوں نے اقوام عالم کی انجمن کے سامنے امن کی اپیل پیش کی بچوں کی اس معصومانہ حرکات نے فوراً ذہن کو کربلا کے صغیر السن بچہ کی شہادت کی طرف معطف کیا علیؓ اصغر کی طرف جو ہر زمانہ میں معصومیت اور مظلومیت کا مجسمہ بنا رہا۔

اس طرح اس گلدستہ نظم میں ایک بچہ کی زبان سے اقوام عالم تمام کمسن بچوں کے نام سے معصوم و مظلوم اور شہید آقا کی بارگاہ میں عقیدت وستائش کا ہدیہ پیش کیا گیا ہے۔ **(الیگزینڈر گنل)**

شیر خواروں کے آسمانی ستارے.....علی اصغر پیارے
سردار ستم رسیدہ جسموں کے
آقا دل جیتنے والے دلوں کے
تیری طرف بلند ہوتے ہیں.....لازوال عشق و محبت کے شعلے
کبھی نہ بجھنے والے.....جن کی بدولت ہماری روحیں
تعظیم سے خمیدہ ہیں تیرے حضور میں
دم گھٹنے والے ریگستانوں کے درمیاں
کربلا کے میدان میں.....تیرے بزرگوار والد کے ہاتھوں پر
تیری شہادت کا ناگہانی سانحہ
ستم ڈھانے والا ہے.....ہم سب معصوموں پر
جو تیرے جوشیلے فدائی ہیں.....اس غم کے اثر سے ہمیشہ ہمیشہ
ہمارے دل ٹوٹے رہیں گے.....لیکن یہی تیری شہادت آقا
اور یہی کلفت ومصیبت.....اندوہ وغم کے ذرات اس بیاباں کے
جس نے بیک وقت مشاہدے کیے.....دو متبائن مناظر
تیری موت اور تیری فتح کے.....ہمارے دلوں میں
تیری الفت و محبت کا جوش و ولولہ
روز بروز بڑھاتی رہے گی
کیوں کہ تیرا معصوم تازہ خون
جو غیرت و حمیت کے نام پر بہہ گیا
ڈوبتے سورج کی طرح
عزت و فتح مندی کی سرخروئی کا حامل ہے۔

.....☆.....☆.....

یومِ عاشورہ اور یومِ القیٰمۃ

تحقیق از: فضل محمود نقاش
بہاولپور

اقوام عالم اور علم نجوم کی روشنی و نظر میں

زمانہ قدیم سے کچھ لوگ پیغمبروں کی تعلیمات سے قیامت کے روز کے قائل تھے اور جن لوگوں نے تعلیمات بھلا دی تھیں۔ وہ یوم القیٰمۃ کے انکاری تھے۔ یہی سوال حضرت محمدؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا۔ آپ کا ارشاد مبارک ہوا کہ قیامت قریب ہے جبکہ قرآن مجید میں تو متعدد بار ذکر ہے اور آخری سپارہ کا عنوان بھی قیامت کے روز پر سوال سے ہے۔ جو سپارہ عم اور سورۃ النبا ہے۔ جس کی آیت نمبر 2,1 اس عنوان کا حصہ ہیں۔ عم یتس ءلون ο عن النبا العظیم ο یہ کس بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اس بڑے واقعہ کے بارے میں۔ اس آیت سے علماء کرام نے شرح کی ہے کہ سوال قیامت کے روز کا ہے۔ جو کہ اس کے وقوع پذیر ہونے کا ہے۔ جس میں کچھ لوگ انکاری تھے۔ اور کچھ لوگ اقراری تھے اور کچھ لوگ جلدی واقع ہونا مانتے تھے اور کچھ لوگ بہت زیادہ دور مانتے تھے۔ اور جو قیامت کو دور مانتے تھے۔ یا نہ مانتے تھے بلکہ اسی دنیا کو دائمی مانتے تھے وہ عقیدہ/نظریہ تناسخ یعنی آواگان کو مانتے تھے۔ جس میں انسان اور باقی مخلوق بار بار جنم لیتی رہے گی اور جس میں یہ عقیدہ شامل تھا کہ اگر پہلا جنم نیک تھا تو دوسرا جنم خوبصورت اور خوشحالی کا ہوگا اور اگر پہلا جنم بدی میں گزرا ہوگا تو دوسرا جنم بدصورتی، بدحالی اور خراب جانور کی شکل میں ہوگا۔ دراصل اسی میں جنت اور دوزخ کا تصور پوشیدہ تھا۔ یہی عقیدہ ہندوستان کے ہندوؤں کا تھا اور اب بھی ہے۔ جس کا تذکرہ اب زی۔ ٹی وی کے ڈراموں میں بار بار ملتا ہے۔ اور ہمارے بچے اس نظریہ اور عقیدہ کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔

کائنات کے بارے میں ہندو بھی سوچتے تھے اور حساب کتاب لگاتے تھے۔ ہندوؤں کا حساب پوری دنیا میں زیادہ مشہور تھا۔ جن میں گنتی اکائی سے لے کر مہاسنکھ تک انیس درجات/مراتب تک تھی۔ جبکہ عربوں کے پاس سب سے بڑا عدد ہزار تھا۔ اور ان کا جفر بھی 28 حروف پر ایک ہزار کے عدد تک ہے۔ ہندوؤں نے یگ کے اعتبار سے پیمانہ مقرر کیا۔ ایک یگ 432000 سال کا مانتے ہیں۔ اور کائنات کی عمر 2010 عیسوی میں 1955885111 برس مانتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک بھی قیامت قریب ہے اور آج کے سائنسی دور میں بھی اس سوال کے بارے میں غور کیا جاتا رہا ہے اور غور کر بھی رہے ہیں۔ کچھ سائنس دان (ماہرین فلکیات والنجوم) کائنات کی فنا (روز قیامت) کی توجیہہ مختلف انداز میں کرتے ہیں۔ جن میں سیارات کے آپس میں ٹکرانے کا تصور یا زمین کے سورج میں جا گرنے کا تصور بھی ہے۔ اگر سیارات اور زمین کے مدار کم ہو جائیں یا رفتار کم ہو جائے تو سارا نظام سورج میں جا گرے گا۔ اور اگر سیارات کے مدار پھیل جائیں یا رفتار بڑھ جائے تو سیارات خلاء میں آزاد ہو کر بکھر جائیں گے۔ یہ دونوں عوامل سورج کے سرد ہونے یا گرم ترین ہونے پر بھی انحصار رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک عقیدہ ہے کہ سورج سوا نیزے سے بھی زیادہ قریب آ جائے گا۔ ایسا عمل غیر سائنسی معلوم ہوتا ہے اگر زمین اور سورج کا فاصلہ ذرا بھی کم ہو جائے تو زمین دھڑام سے سورج میں جا گرے گی۔ اس دوران زہرہ اور عطارد سے بھی ٹکرا سکتے ہیں۔ یا یہ عمل اس وقت ہو سکتا ہے۔ جب زمین کی موجودہ رفتار کم ہو جائے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ جس میں کشش ثقل اور قانون تجاذب کا قانون چلے گا۔ کیا سورج پھیل جائے گا؟ یا کیا سورج سکڑ جائے گا؟ یا پھر کیا سورج زیادہ روشن ہو جائے گا۔ یا سورج بے نور ہو جائے گا۔ ان سوالات کے جوابات قرآن مجید کی سورتوں (النبا۔ التکویر۔ الانفطار۔ الانشقاق۔ البروج وغیرہ) میں تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کون سے نظریہ کی تصدیق فرماتا ہے۔

ہندوستان میں ایک کتاب کھنڈ کھاڈ یکہ تھی جسے 665ء میں بھلمالہ کے برہم گپت نے لکھی تھی۔ اس کا حساب آدھی رات سے شروع ہوتا تھا۔ یہ کتاب ایرانی نجوم سے متاثر تھی۔ جو نجوم وفلکیات یزدجرد سوم (632ء تا 652ء میں حضرت محمدؐ کے سال وفات کے زمانہ میں گزرا تھا۔) اس کتاب کا ترجمہ عربوں نے 735ء میں زیج الارکند کے نام سے کیا ہے۔ پاکستان

کے صوبہ سندھ سے کچھ کتابوں عربوں کے پاس اور ایرانیوں کے پاس پہنچی ہیں۔ جن میں مہا سدھانت اور برہم گپت کی **628**ء میں لکھی گئی کتاب براہمپست سدھانت ہے۔ جو عرب علاقہ میں **771**ء عیسوی میں پہنچی تھی۔ ہندوستان کی ایک کتاب آریہ بھٹ کی ہے۔ جو **476**ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے بھی آدھی رات سے نجوم وفلکیات کی بنیاد رکھی۔ آریہ بھٹ کی کتاب کا ترجمہ عربوں نے **500**ء کے قریب الارجہد کے نام سے کیا تھا۔ یہ کتاب حضرت محمدؐ کی ولادت سے **71** سال پہلے عرب میں مشہور ہو چکی تھی۔ جبکہ سندھند کتاب کو ایران کے ساسانیوں نے پہلوی زبان میں تصنیف کرایا جو ہندی، یونانی نجوم وفلکیات کو ملا کر ساسانی عناصر وروایت کو شامل کیا گیا۔ لیکن ایک بات آریہ بھٹ کی ہر کسی کو یاد رہی کہ اس کی ایک زیچ ہزار سال کی تھی۔ جو مفروضہ مدت پر مبنی تھی۔ اس میں تکوین عالم کے وقت ہفت کواکب قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری اور زحل کو ساکن زمین سے ایک ہی درجہ طول میں حالت اقتران میں ظاہر کیا گیا۔

مسلمانوں نے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے مجموعوں سے کچھ اپنے فلکیاتی نظریات اور عقاید مرتب کیے۔ جن کی بنیاد اسرائیلی روایات، یونانی، ایرانی، عراقی، مصری اور ہندی نجوم کا امتزاج بھی ساتھ رکھتے تھے۔ مسلمانوں نے آریہ بھٹ کی بات کے مطابق کائنات کی تقویم قمری مقرر کی اور موجودہ ہجری تقویم جو زمانہ قدیم سے یہودیوں کی روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے چل رہی ہے۔ اسرائیلیوں کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہی عربی ہجری قمری تقویم تھی اور اس کا ماہ اول محرم الحرام تھا۔ انہیں تاریخی حوالوں کی نسبت جب خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اسلامی قمری تقویم مرتب کرائی تو حضرت عثمان غنیؓ (خلیفہ ثالث) نے اسی روایت کو مستحکم فرمایا کہ محرم الحرام کو ماہ اول رکھا جائے۔ خواہ ہجرت از مکہ ماہ صفر المظفر میں سے ہے اور پہنچ **مدینة المنورہ** ربیع الاول میں ہوئی ہے۔ جبکہ حضرت علی حیدر کرارؓ نے واقعہ سال ہجرت سے اجراء تقویم کی تجویز دی جو مان لی گئی۔ چنانچہ مسلمانوں نے جب اسلامی نجوم وفلکیات کی بنیاد رکھی تو ایک مشہور روایت اس طرح وجود میں آ گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو دس محرم الحرام کو بنایا۔ جسے دس روز کی وجہ سے عربی میں یوم عاشور کا نام دیا گیا ہے۔ اسی یوم عاشور بروز جمعتہ المبارک کو حضرت آدم علیہ السلام تخلیق ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اسی روز حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ اسی لیے یوم عاشور کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی/ اراوات پر ٹھہری جو ایران اور ترکی کے درمیان سلسلہ ہائے پہاڑی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نمرود سے یوم عاشور کی وجہ سے نجات ملی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فضیلت بھی یوم عاشور کے تذکرہ سے ہے۔ حتیٰ کہ یوم عاشور کی روایت حضرت امام حسین ابن علی حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالب پر ختم کرتے ہوئے۔ آخری بات کا اضافہ یہ کرتے ہیں کہ قیامت بھی یوم عاشور کو بروز جمعتہ المبارک کو آئے گی۔ گویا اس سال محرم الحرام کا غرہ/ ہلال بروز بدھ کا ہوگا۔ اور دسواں دن/ یوم عاشور جمعتہ المبارک کو واقع ہوگا۔ اس طرح قیامت کا خطرہ صرف خاص سال میں ہوگا۔ جو سال قمری اسلامی ہجری بدھ سے شروع ہوتا رہے گا۔ اس سے آگے پیچھے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ یہ روایت احادیث مبارکہ کی رو سے یا کسی اور ذریعہ سے کس قدر ثقہ یا موضوع ہے۔ علماء اسلام زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر یہ فقیر احقر العباد کسی قسم کا تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ کفر اور کافر ہونے کا فتویٰ اپنے اوپر لاگو کرانا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی مسلک کا دل دکھا کر مسلمان رشدی ملعون بننا چاہتا ہے۔

مسلمانوں نے آریہ بھٹ کے اس نظریہ ہزار سالہ کو قبول کیا۔ جو پانچویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک بنتا تھا لیکن مسلمانوں نے جب شمال میں سمرقند تک اور مغرب میں مصر و اندلس تک علم نجوم کے لیے رصدگاہیں پھیلا دیں تو اسی علم کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ احمد نہاوندی کی زیج المشتمل جنوب مغربی ایران سے، بغداد کے محلہ شامیہ میں یحییٰ بن منصور کی زیج الممتحن، مصر سے ابن یونس کی زیج الحاکمی، نصیر الدین طوسی کی زیج الایلخانی اور سلطان الغ بیگ کی زیج گورگانی زیادہ مشہور ہیں۔ بادشاہان وقت میں سے علم نجوم والفلکیات میں دلچسپی کے سلسلہ میں آغاز خلیفہ مامون الرشید کا نام سے لیا جاتا ہے۔ مصر میں سلاطین آل بویہ فاطمی خلفاء ایران میں سلجوقی سلاطین میں سے سلطان جلال الدین ملک شاہ اور سمرقند میں امیر تیمور کا پوتا سلطان الغ بیگ گورگانی زیادہ مشہور ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں علماء نجوم میں سے محمد بن موسیٰ الخوارزمی، البتانی اور عبدالرحمٰن

الصوفی سے زیادہ عمر خیام، نصیر الدین طوسی، ابو معشر اور ابوریحان البیرونی کے نام ہیں۔ سرزمین پاک و ہند میں ابوریحان البیرونی کا نام ہے۔ کیونکہ وہ یونانی اور ہندی نجوم دونوں جانتے تھے۔ جبکہ ابو معشر نے طوفان نوح علیہ السلام کا زمانہ دریافت کیا۔ حضرت محمدؐ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زائچہ شمسی اور وقتی بنایا۔ اور اس طرح اور موضوعات پر کام کیا۔ شاید ان میں یہ بات بھی اسی آدمی سے منسوب ہے کہ اس نے کہا تھا کہ حسابات کی رو سے قیامت چودھویں صدی ہجری کے آخر میں آجائے گی۔ اور پندرہویں صدی ہجری مطلق نہیں آئے گی بلکہ قیامت آجائے گی۔ اس بات کا علماء کرام نے بڑا پروپیگنڈا کیا حتیٰ کہ عورتوں، مردوں اور بچوں سمیت سب کی زبان پر اسی بات کا تذکرہ ہوتا تھا۔ بوڑھے نصیحت میں یہی بات بھی شامل کرتے تھے۔ گویا پاکستان کے علماء کی نفسیات میں اس بات کا بڑا اثر تھا۔ اور چودھویں صدی ہجری کو بدنام کرنے میں ایک تذکرہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ درچاہ کے سلسلہ میں بھیڑیے سے منسوب کرتے ہیں کہ اس نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے حضور پیش ہوکر کہا تھا کہ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مجھے چودھویں کے لوگوں اور علماء کرام کے ساتھ حشر کرے۔ یہ باتیں کہاں سے لے آئے۔ کس مجموعہ احادیث کی کتاب سے یا کس آیت کریمہ سے ثابت کرتے تھے۔ اب تک مجھے نامعلوم ہے۔ البتہ ان علماء کرام کی تقریر میں یہی جملہ بارہا بار سنا ہے۔

چودھویں صدی میں قیامت آنے کے آثار علماء اسلام نے کہاں سے لیے ہیں۔ اس بات کے پیچھے آریہ بھٹ کی ہزار سالہ تقویم و جنتری ہے۔ مسلمان علماء نجوم نے نویں اور دسویں صدی عیسوی نجوم میں بڑا کام کیا ہے۔ نجوم کے علم کا احیاء کیا اور بام عروج تک پہنچایا۔ حتیٰ کہ یورپ اور افریقہ تک پہنچایا۔ اس طرح بیسویں صدی عیسوی گریگوری میں چودھویں صدی قمری اسلامی ہجری کا اختتام ہوا۔ حتیٰ کہ اب 2009ء میں 19 دسمبر بروز ہفتہ سے محرم الحرام 1431ھ شروع ہو چکا ہے۔ اب تک قیامت نہیں آئی۔ یوم القیمۃ پر ایمان ہے، ضرور آئے گی۔ لیکن اس بارے میں کسی مسلمان یا غیر مسلمان کو کوئی خبر نہیں ہے اور نہ ہی بتایا گیا ہے۔ بس بالکل قریب ہے۔ اس جملہ کے بعد اور کوئی جملہ نہ ہے۔ کسی صاحب عقل کا فرمان ہے کہ علم نجوم انسانوں میں مایوسی پھیلاتا ہے، خوف مبتلا کرتا ہے، توہم پرست بناتا ہے۔ شاید ان کے نزدیک ایسی ہی بے سروپا باتیں ہوں گی اور ان کو یہی بات کہنا پڑی ہوگی۔ چودھویں صدی میں قیامت آنے کا مفروضہ آریہ بھٹ کے طریقہ کار سے لیا گیا ہے۔ کیا یہ عربوں کا اندازہ ہے یا ایرانیوں کا اندازہ ہے؟ یا پھر یہ پاک و ہند کے علماء نجوم کی کارستانی ہے۔ اگر یہ بات علماء نجوم وفلکیات نے کہی ہے تو علماء اسلام پاکستانی اس بات کی وضاحت ضرور کریں کہ یہ بات کہاں سے اخذ کر کے آپ اپنی تقاریر اور وعظ میں بیان کرتے رہے ہیں۔ اور اب قیامت کا تذکرہ اس انداز میں کیوں نہیں کرتے۔ یہ بات کیوں چھوڑ دی ہے۔

آریہ بھٹ کے زمانہ میں یورانس، نیپچون اور پلوٹو دریافت شدہ نہ تھے اور نہ ہی علماء نجوم اسلامی کے زمانہ میں دریافت ہوئے۔ ورنہ اس قاعدہ کے مطابق ان جدید سیارگان کا ذکر ہوتا۔ اس قاعدہ کے مطابق اندازے سے کہا جائے تو اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ جب تمام سیارگان بمطابق قاعدہ آریہ بھٹ صفر درجہ دقیقہ برج حمل سے تمام سیارگان سے سفر شروع کیا ہوگا۔ اور جب قمر برج سرطان میں یوم عاشورہ کو پہنچا ہوگا تو اس وقت عطارد نے 19 درجہ، زہرہ 12 درجہ، مریخ 8 درجہ، مشتری 2 درجہ، زحل تقریباً 2 درجہ، یورانس 34 دقیقہ، نیپچون 15 دقیقہ اور پلوٹو تقریباً کم وبیش نیپچون کے برابر سفر کیا ہوگا۔ یہاں آپ کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اس وقت 21 مارچ یا یکم فروری کا دن یا یکم حمل کا دن ہوگا۔ ایسا سوال موجودہ تقاویم سے آتا ہے۔ اس لیے کہ ان تقاویم کا وجود ہے اور عام واکثر لوگ 21 مارچ سے واقف ہیں۔ اگرچہ آریہ بھٹ کے قاعدہ قانون سے ایسا فرض کیا گیا ہے۔ اس روز 10 محرم الحرام بمطابق یکم حمل بمطابق یکم فروری و بمطابق 21 مارچ سن نامعلوم بروز جمعۃ المبارک تھا۔ آپ کے ذہن میں دوسرا سوال یہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ یوم عاشورہ کے روز قیامت کا آنا عبیدیوں یا قرامطیوں کا پروپیگنڈا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حاکم عبیدی علم نجوم کی طرف مائل اور کواکب کی تاثیر کا قائل تھا۔ قاہرہ کے نزدیک کوہ مقطم پر کواکب سے روحانیت جذب کرنے کے عملیات کرتا تھا۔ جبکہ عزیز عبیدی اپنے آپ کو عالم الغیب کہا کرتا تھا۔ اگر چودھویں صدی ہجری کے اختتام پر 10 محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک کو آنا تھی۔ جو کہ اس روز قیامت نہ آئی۔ جبکہ

Scanned with CamScanner

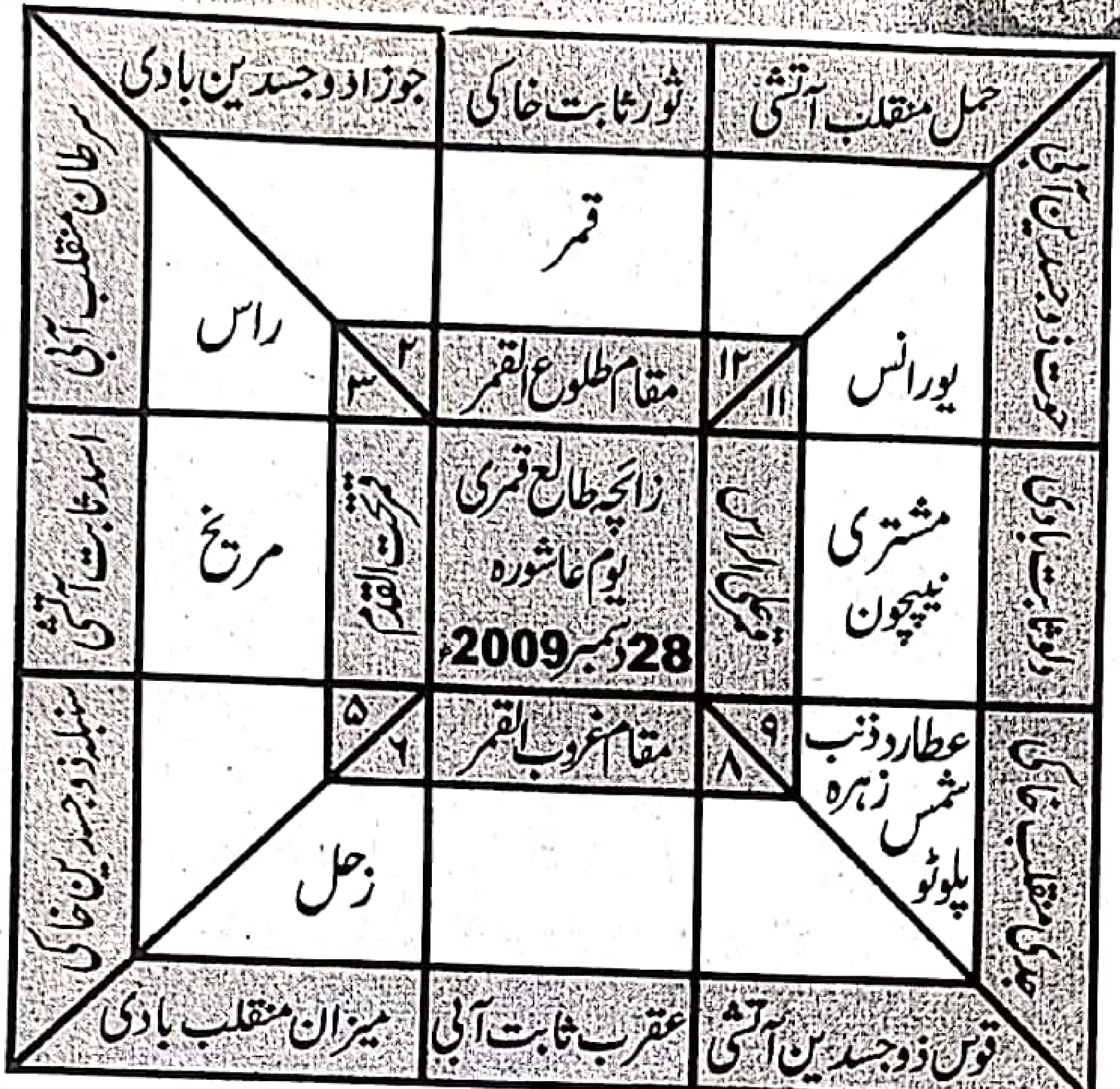

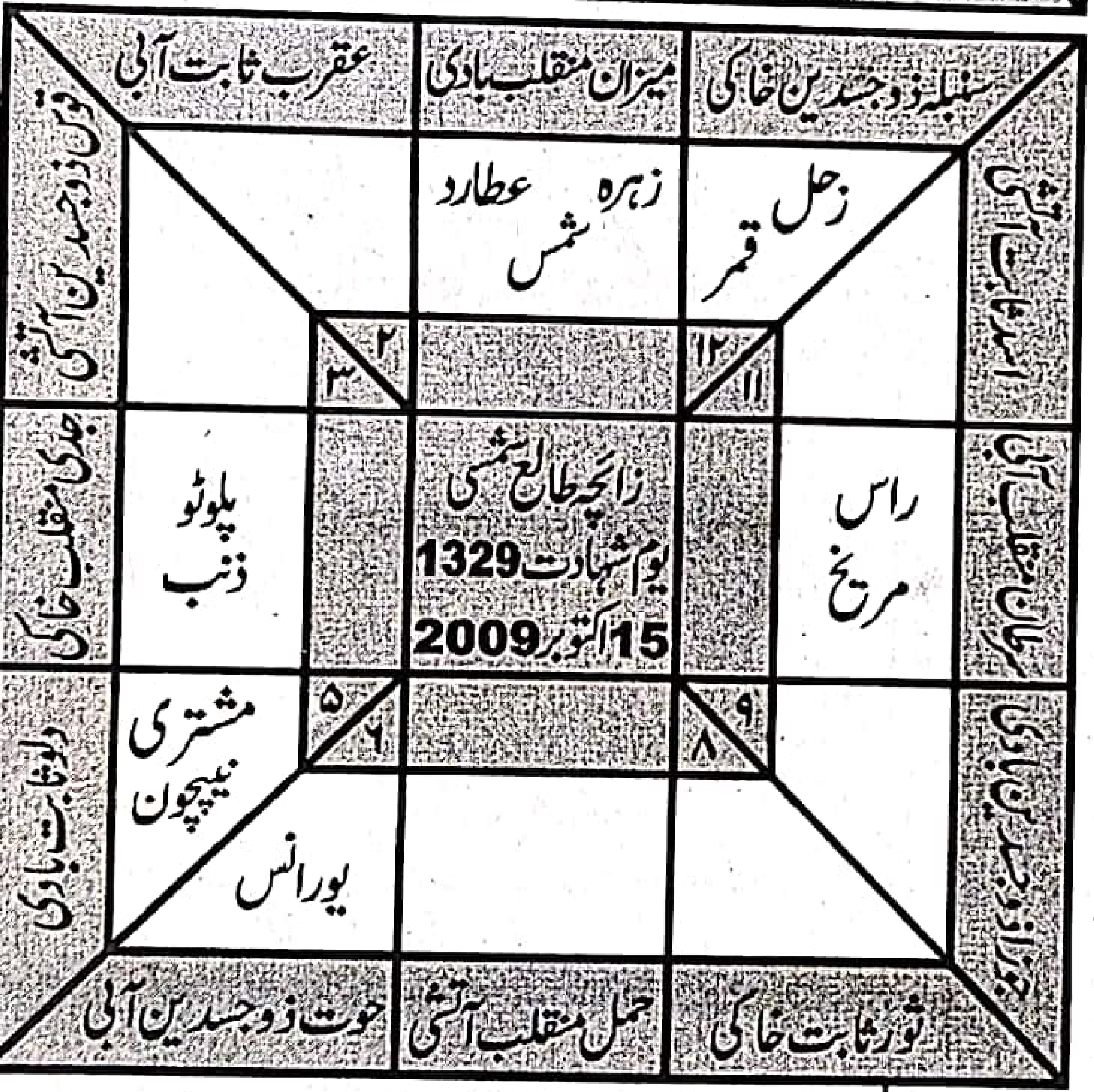

پندرہویں صدی ہجری کا آغاز یکم محرم الحرام **1401**ھ بمطابق **10** نومبر **1980**ء بروز پیر کو ہوا تھا۔

قیامت کب آئے گی؟ اس سوال کا جواب سائنس کے انتہائی جدید دور میں بھی نامعلوم ہوگا۔ کیونکہ لوگ جس کو قیامت کا دن تصور کرتے ہیں۔ وہ اسی دنیا کو فنا ہو جانے کے دن کو کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ قیامت اس روز کو کہا جائے گا۔ جب انسان زمین کے پیٹ سے (قبروں سے) دوسری بار جنم لیں گے اور اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ نہ جانے کتنا لمبا قیام ہوگا۔ اسی قیام کا نام قیامت ہے۔ ویسے بھی لوگ ایک بڑے حادثہ کو قیامت کا نام دے دیتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں سب سے بڑا حادثہ مثل قیامت حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام کی شہادت یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں عبید اللہ ابن زیاد کی نگرانی میں اور حکم سے شمر ذی الجوشن **10** محرم الحرام سن **61** ہجری بمطابق **13-15** اکتوبر سن **680** عیسوی گریگوری بمطابق **21** اسوج **602** بروز جمعۃ المبارک کو حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام کو شہید کردیا۔ (اگر یوم شہادت جمعۃ المبارک ہے تو شمسی تاریخ **15** اکتوبر **680**ء درست ہے۔) آپؑ کی شہادت کو قمری لحاظ سے **1370** سال اور شمسی لحاظ سے **1329** سال ہو چکے ہیں۔ امام عالی مقام حضرت حسین ابن علی علیہ السلام کے یوم شہادت قمری و شمسی کے مطابق اور عیسوی گریگوری تقویم کے مطابق زائچہ جات جو یوم شہادت سے سیر کواکب میں جہاں جہاں پہنچے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی یہ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس احقر العباد کا حشر قاتلین اہل بیت کے ساتھ نہ کرے۔ اور بے حساب بخش دے اور جنت الفردوس میں حضرت محمدؐ کے ساتھ سرداران جنت کی زیارت بھی نصیب کرے اور والدین و خاندان سمیت یہ سعادت ملے۔ بے شک وہ بلند بخت اور خوش نصیب ہے۔ جو اہل بیت کا غلام ہے۔

شاہِ زنجانی کا سفر یورپ

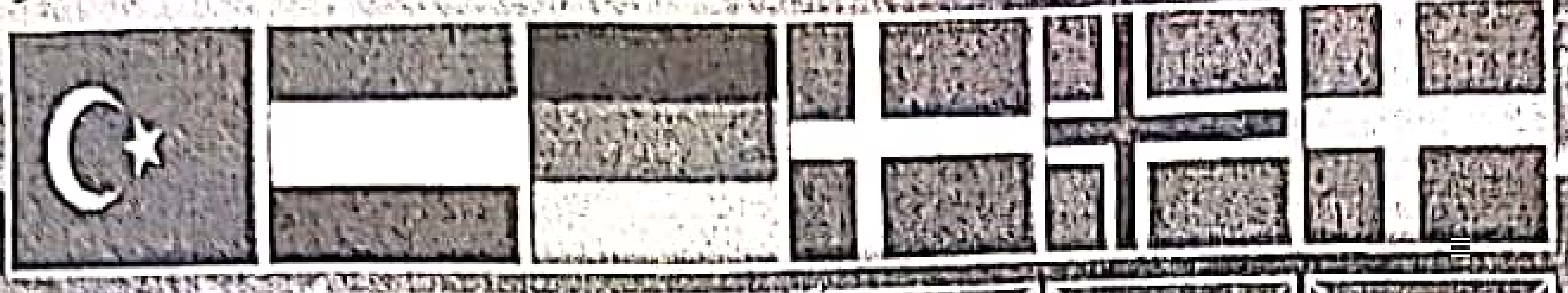

سویڈن | ناروے | ڈنمارک | جرمنی | ہالینڈ | ترکی

میزبان شاہِ زنجانی: مسعود اشرف (سٹاک ہوم سویڈن) 0046-707151446

سویڈن میں امن خوشحالی کچھ اس لیے بھی ہے کہ اس نے جنگ عظیم میں حصہ نہیں لیا

اور پھر ایسا ہی ہوا میں نے سرکار شاہ زنجانی کو دو دن میں ہی پورے سٹاک ہوم کی سیر کرا دی۔ شاہ زنجانی نے آتے ہی چونکہ ناروے، ڈنمارک، جرمن اور ہالینڈ کا سفر شروع کر دیا تھا۔ فرمانے لگے بھائی مسعود اشرف سٹاک ہوم شہر تو بہت خوبصورت ہے۔ دریاؤں، سمندروں کے بیچ و بیچ شہر کی بلند و بالا تاریخی عمارات کی دلکشی کا حسن اپنا ہے۔ سٹاک ہوم ٹی وی سنٹر کے ٹاور پر بنے ریسٹورنٹ سے شیشہ کی کھڑکیوں نے سمندر میں کھڑے سمندری جہاز کی آمد و رفت بندرگاہوں پر تجارتی مقامات کھیلوں کے میدان تفریح گاہیں سڑکوں پر دوڑتی گاڑیاں لوگوں کی چہل پہل نے اس شہر کی خوبصورتی کو دوبالا کر رکھا ہے۔ **سویڈن میں ہر شخص کے لیے روٹی کپڑا مکان دستیاب ہے**۔ کوئی بھکاری نہیں ہے۔ لوگ اپنی محنت سے اتنا روزگار کماتے ہیں کہ وہ تین وقت آرام سے کھا پی کر سو سکتے ہیں۔ جو نہیں کماتے انہیں گزارا الاؤنس حکومت سویڈن سے ملتا ہے۔ بزرگ مرد و زن تو حکومت کی ذمہ داری ہیں، بشرط وہ اولڈ ہوم چلے جائیں۔ اور جو ہڈ حرام بھی ہیں اور کام کرنا پسند نہیں کرتے وہ بھی اپنے آپ کو بیکار ظاہر کر کے حکومت سے گزارا الاؤنس لیتے ہیں۔ انسان تو انسان یہاں بلی اور کتوں تک کی قدر ہے اگر وہ بیمار ہو جائیں تو پالتو جانوروں کیلئے ہسپتال میں ڈاکٹر حاضر اور ایمبولینس بلی اور کتے تک کو گھر سے لینے آ جاتی ہے۔ جانوروں کی کیئر سے آپ انسانوں کی کیئر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہر سویڈیشن کے لیے میڈیکل اور تعلیم مفت ہے۔ سرکار شاہ زنجانی صاحب کے دیرینہ دوست سلطان ملک کو میں پورے سٹاک ہوم میں تلاش کرتا رہا مگر وہ نہ مل سکے۔ سلطان ملک صاحب روزنامہ جنگ کے کارٹونسٹ جاوید اقبال صاحب کے بھی دوست ہیں۔ بعد ازاں ان کی زبان سے سرکار شاہِ زنجانی صاحب کے وسیلہ سے پتہ چلا کہ جناب جاوید اقبال کارٹونسٹ نے اپنے اس دوست کو ازراہِ مذاق مرحوم سلطان ملک کا خطاب دے رکھا ہے۔ نا معلوم یہ سویڈن سے پاکستان کب تشریف لا کر اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے دیں۔ ایک بار غائب ہوتے ہیں تو پھر کئی سال بعد نمودار ہو کر اپنی حیات کا ثبوت دے کر ہمیں روحانی خوشی عطا کرتے ہیں کہ **یار زندہ صحبت باقی**۔ بہر حال شاہِ زنجانی کے دوران قیام سویڈن یہ لا پتہ رہے اور پھر اچانک ایک دن مجھے سرِ راہے مل گئے جب انہیں معلوم ہوا کہ سرکار شاہِ زنجانی یہاں قیام فرما کر گئے ہیں تو یہ اپنی قسمت پر نالاں اور افسوس کرنے لگے۔

23 جون **2009**ء سرکار شاہِ زنجانی کی سٹاک ہوم میرے غریب خانہ پر قیام کی آخری شب تھی۔ میں نے اپنے دوستوں عزیزوں کو سرکار شاہ زنجانی سے ملوانے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ کئی احباب کو پتہ چل چکا تھا، لہٰذا لازم تھا کہ سب کو آپ سے ملوایا جائے۔ اس دن میری اہلیہ نے ایک بڑی دعوت میزبانی کا گھر میں اہتمام کیا اور بار بی کیو کی مختلف ڈشز تیار کی گئیں۔ تقریباً **20/22** افراد ہم اکٹھے سرکار شاہ زنجانی کے اعزاز میں الوداعی پارٹی کر رہے تھے۔ سرکار نے اس دعوت کی بہت تعریف کی اور آنے والے مہمانوں کو بھی روحانی مشوروں سے نوازا، دعائے خیر کی گئی۔ اور ہم سب کو اُداس کرتے ہوئے **24** جون واپس ترکش ایئر لائن سے پاکستان روانہ ہو گئے۔ سرکار نے جاتے ہوئے مجھے دعاؤں کے ساتھ بتایا کہ یہ سکینڈے نیویا ممالک کا سفر میری زندگی کا یادگار سفر آپ اور آپ کے اہل خاندان کی مہمان نوازی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔ میرا سفرنامہ یورپ جاری تھا کہ پتہ چلا کہ سرکار شاہ زنجانی **22** ستمبر **2009**ء تا **17** اکتوبر **2009**ء سفر امریکہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ واشنگٹن ڈی سی، ورجینیا، بالٹی مور، ہوسٹن، ڈیلس، شکاگو، نیو جرسی اور نیو یارک بھی گئے، کاش میں بھی ساتھ ہوتا تو آپ کے لیے ایک نیا سفرنامہ لکھتا۔ حج بیت اللہ کی سعادت کر چکا ہوں، والدہ صاحبہ اور سرکار شاہِ زنجانی کی دعاؤں کا ثمر دیکھئے کہ **18** نومبر پھر حج کا بلاوا آیا ہے۔ جن قارئین نے میرا لکھا گیا سفرنامہ پڑھا اور پسند کیا اور مجھے متعدد فون کیے ان کیلئے خصوصاً قارئین آئینہ قسمت کیلئے حج پر سب کے لیے دعائیں کرتا رہوں گا۔ سفرنامہ ختم ہوا پھر کسی اور حوالے سے آپ سے آئینہ قسمت میں ملاقات ہو گی۔

www.astrologyavenue.com ماهنامہ "آئینہ قسمت" کا آن لائن مطالعہ کریں
Scanned with CamScanner

موخر صدر																														
	لا	م	ج	غ	ط	ش	ر	ن	ذ	ی	ظ	ب	و	ص	س	ض	ق	ث	خ	ع	ت	ک	د	ا	ل	ز				
	ز	لا	ل	م	ا	ج	د	غ	ک	ط	ت	ش	ع	ر	خ	ن	ث	ذ	ق	ی	ض	ظ	س	ب	ص	و				
	و	ز	ص	لا	ب	ل	س	م	ظ	ا	ض	ج	ی	د	ق	غ	ذ	ک	ث	ط	ن	ت	خ	ش	ر	ع				
	ع	و	ر	ز	ش	ص	خ	لا	ت	ب	ن	ل	ط	س	ث	م	ک	ظ	ذ	ا	غ	ض	ق	ج	د	ی				
	ی	ع	د	د	ج	ر	ق	ز	ض	ش	غ	ص	ا	خ	ذ	لا	ظ	ت	ک	ب	م	ن	ث	ل	س	ط				
	ط	ی	س	ع	ل	د	ث	و	ن	ج	م	د	ب	ق	ک	ز	ت	ض	ظ	ش	لا	غ	ذ	ص	خ	ا				
	ا	ط	خ	ی	ص	س	ذ	ع	غ	ل	لا	د	ش	ث	ظ	و	ض	ن	ت	ج	ز	م	ک	ر	ق	ب				
	ب	ا	ق	ط	ر	خ	ک	ی	م	ص	ز	س	ج	ذ	ت	ع	ن	غ	ض	ل	و	لا	ظ	د	ث	ش				
	ش	ب	ث	ا	د	ق	ظ	ط	لا	ر	و	خ	ل	ک	ض	ی	غ	م	ن	ص	ع	ز	ت	س	ذ	ج				
	ج	ش	ذ	ب	س	ث	ت	ا	ز	د	ع	ق	ص	ظ	ن	ط	م	لا	غ	ر	ی	و	ض	خ	ک	ل				
	ل	ج	ک	ش	خ	ذ	ض	ب	و	س	ی	ث	ر	ث	غ	ا	لا	ز	م	د	ط	ع	ن	ق	ظ	ص				
	ص	ل	ظ	ج	ق	ک	ن	ش	ع	خ	ط	ذ	د	ض	م	ب	ز	و	لا	س	ا	ی	غ	ث	ت	ر				
	ر	ص	ت	ل	ث	ظ	غ	ج	ی	ق	ا	ک	س	ن	لا	ش	و	ع	ز	خ	ب	ط	م	ذ	ض	د				
	د	ر	ض	ص	ذ	ت	م	ل	ط	ث	ب	ظ	خ	غ	ز	ج	ع	ی	و	ق	ش	ا	لا	ک	ن	س				
	س	د	ن	ر	ک	ض	لا	ص	ا	ذ	ش	ت	ق	م	و	ل	ی	ط	ع	ث	ج	ب	ز	ظ	غ	خ				
	خ	س	غ	د	ظ	ن	ز	ر	ب	ک	ج	ض	ث	لا	ع	ل	ط	ا	ی	ذ	ل	ش	و	ت	م	ق				
	ق	ح	م	س	ت	غ	و	د	ش	ظ	ل	ن	ذ	ز	ی	ر	ا	ب	ط	ک	ص	ج	ع	ض	لا	ث				
	ث	ق	لا	خ	ض	م	ع	س	ج	ت	ص	غ	ک	و	ط	د	ب	ش	ا	ظ	ر	ل	ی	ن	ز	ذ				
	ذ	ت	ز	ق	ن	لا	ی	خ	ل	ض	ر	م	ظ	ع	ا	س	ش	ج	ب	ت	د	ص	ط	غ	د	ک				
	ک	ذ	و	ث	غ	ز	ط	ق	ص	ن	د	لا	ت	ی	ب	خ	ج	ل	ش	ض	س	ر	ا	م	ع	ظ				
	ظ	ک	ع	ذ	م	و	ا	ث	ر	غ	س	ز	ض	ط	ش	ق	ل	ص	ج	ن	خ	د	ب	لا	ی	ت				
	ت	ظ	ی	ک	لا	ع	ب	ذ	د	م	خ	د	ن	ا	ج	ث	ص	ر	ل	غ	ق	س	ش	ز	ط	ض				
	ض	ت	ط	ظ	ز	ی	ش	ک	س	لا	ق	ع	غ	ب	ل	ذ	ر	د	ص	م	ث	خ	ج	و	ا	ن				
	ن	ض	ا	ت	و	ط	ج	ظ	خ	ز	ث	ی	م	ش	ص	ک	د	س	ر	لا	ذ	ق	ل	ع	ب	غ				
	غ	ن	ب	ض	ع	ا	ل	ت	ق	و	ذ	ط	لا	ج	ر	ظ	س	خ	د	ز	ک	ث	ص	ی	ش	م				
	م	غ	ش	ن	ی	ب	ص	ض	ث	ع	ک	ا	ز	ل	د	ت	خ	ق	س	و	ظ	ذ	ر	ط	ج	لا				
	لا	م	ج	غ	ط	ش	ر	ن	ذ	ی	ظ	ب	و	ص	س	ض	ق	ث	خ	ع	ت	ک	د	ا	ل	ز				

جواب: شرط گرہن نہ ہو۔ زکوٰۃ عروج ماہ قمری، نوچندی شب جمعہ شروع ہو۔ تاثیر لازمی ہے۔

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

نسخہ کیمیاء برائے ورد: ہر فرد اگر نماز واجبات کے بعد **101** مرتبہ درج ذیل تسبیح کو اپنا شعار بنالے تو انشاء اللہ ہر قسم کی دینی و دنیاوی آزمائشوں سے محفوظ رہے گا۔ دکھی و پریشان ناامید حضرات اپنے نام کے اعداد کے برابر ایک وقت مقررہ پر عادت بنالیں۔ انشاء اللہ مصائب وآلام سے نجات نصیب ہوجائے گی۔ انشاء اللہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفَّارُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

ترجمہ: راہ راست دکھانے والے (ہم سچ کہتے ہیں) کہ تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اے بڑے بڑے گناہوں کے بخشنے والے اے غفار ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے مقاصد دلی کو بحق محمد وآل محمد پورا کردے اور محمد مصطفیٰؐ اور ان کی آل پاک پر رحمت نازل فرما۔

از تحریر: سید شعیب الرحمٰن شاہ، ایبٹ آباد

رحمکاریہ جفر اوجِ مریخ

اوجِ مریخ میں آج کی محفل میں لوحِ محمدؐ لکھتا ہوں۔ لوحِ محمدؐ ایک عظیم لوح ہے۔ ترقی دولت، بے اندازہ دولت کے اسباب پیدا کرنا، مقدمات میں کامیابی کے لیے بہت پرتاثیر لوح ہے۔

یہ سارا نظر کرم حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحبؒ جو ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد میں واقع ہے۔ یہ لوح جب تیار ہو جائے تو (111) مرتبہ سورۃ فاتحہ و اخلاص اور درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضرتؒ غوث الاعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو بخش دیں۔ پھر اسمِ اعظم مخفی یَا عزیزُ یَا لَطِیفُ بِحَقِّ نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْب۔ (450) مرتبہ پڑھا کریں۔ یہ لوح پاس رکھیں تو درود شریف کی کثرت کیا کریں۔ اس کے تاثرات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ کیونکہ ہر عامل زکات نہیں دیتا اور عمل کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ زکات کوئی بچوں کا کھیل تو نہیں۔ آخر میں مجھ گنہگار سید شعیب الرحمٰن شاہ اور عامل شاہ زنجانی صاحب کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

اس سال اوجِ مریخ 4 دسمبر 2009ء سے 10 دسمبر 2009ء تک رہے گا۔ دوبارہ یہ نظر بحالت رجعت 30 دسمبر 2009ء شام 6:45 منٹ سے جنوری 2010ء صبح 4:16 منٹ تک رہے گی۔ اوجِ مریخ میں لوحِ طلسم بادشاہت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ یہ مقدمہ بازی دشمنوں پر غلبہ، حاصل کرنے کیلئے میری نظر میں اس سے بہتر لوح نہیں ہے۔ طلسم بادشاہت نہیں ہے۔ طلسم بادشاہت کیا ہے؟ علم الجفر کا ایک پرتاثیر لوح ہے۔ عمل کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

1- سورۃ قمر اعداد قمری: 120450

کلمات سورۃ قمر: 342 کل حروف سورۃ قمر: 1423

کل اعداد: 122215

2- طالب شعیب الرحمٰن شاہ: 712

کلمات: 2 حروف: 11

کل اعداد: 725

3- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعداد: 786 کلمات: 4

حروف: 19 کل: 809

تینوں مجموعوں کے کل اعداد: 123749

تفریق: 9432 باقی: 114317

تقسیم: 3 باقی: 2

تو خانہ نمبر 4 میں 1 کا اضافہ حاصل تقسیم: 38105 کو خانہ نمبر 1 سے خانہ نمبر 9 تک 786 کا اضافہ کریں اور ساتھ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ورد کریں۔ اگر یہ لوح خود تیار نہ کر سکے تو مجھ سے یا براہ راست عامل شاہ زنجانی

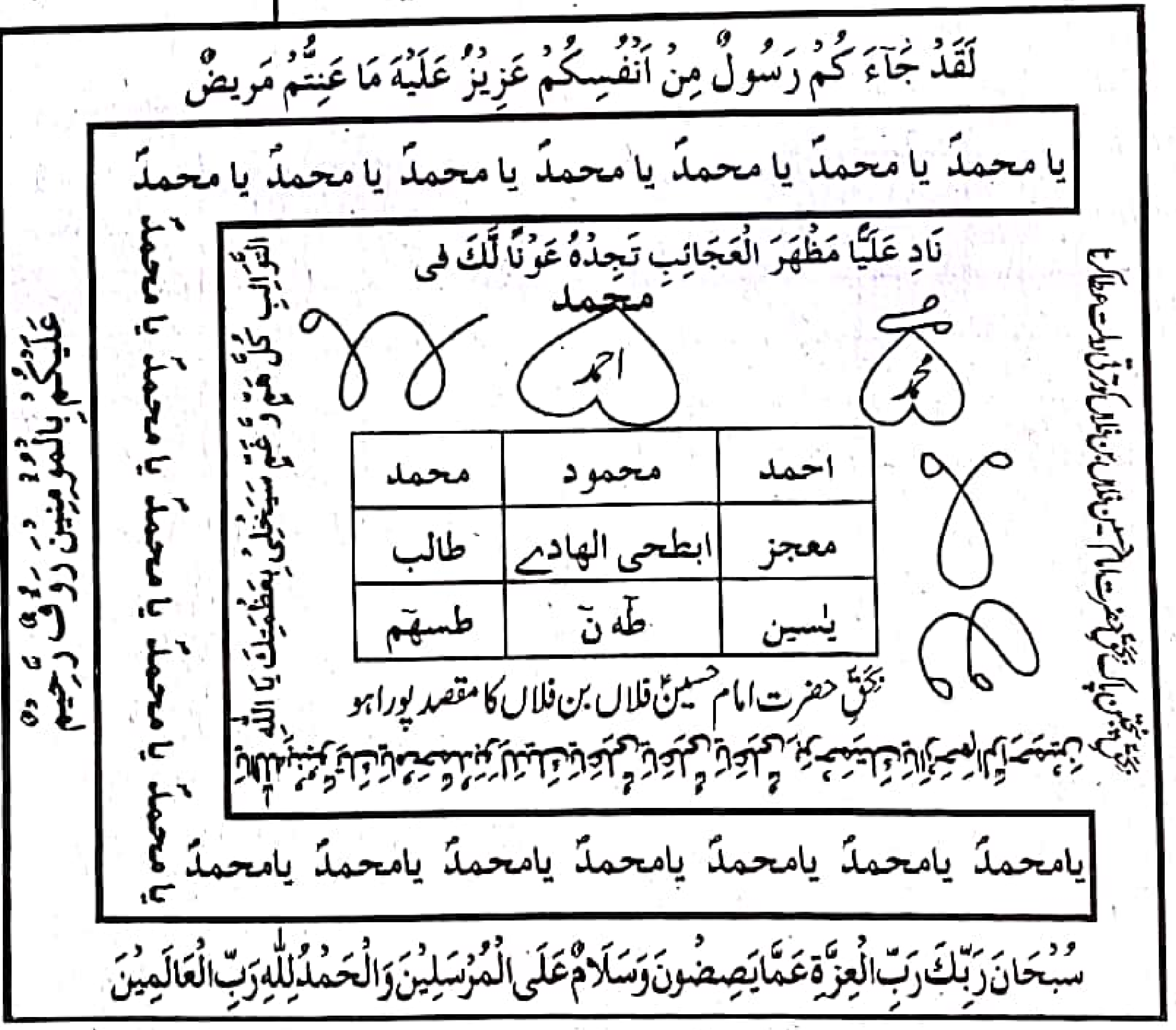

صاحب سے تیار کروائیں۔ آخر میں مجھ گنہگار سید شعیب الرحمٰن شاہ اور عامل شاہ زنجانی صاحب کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

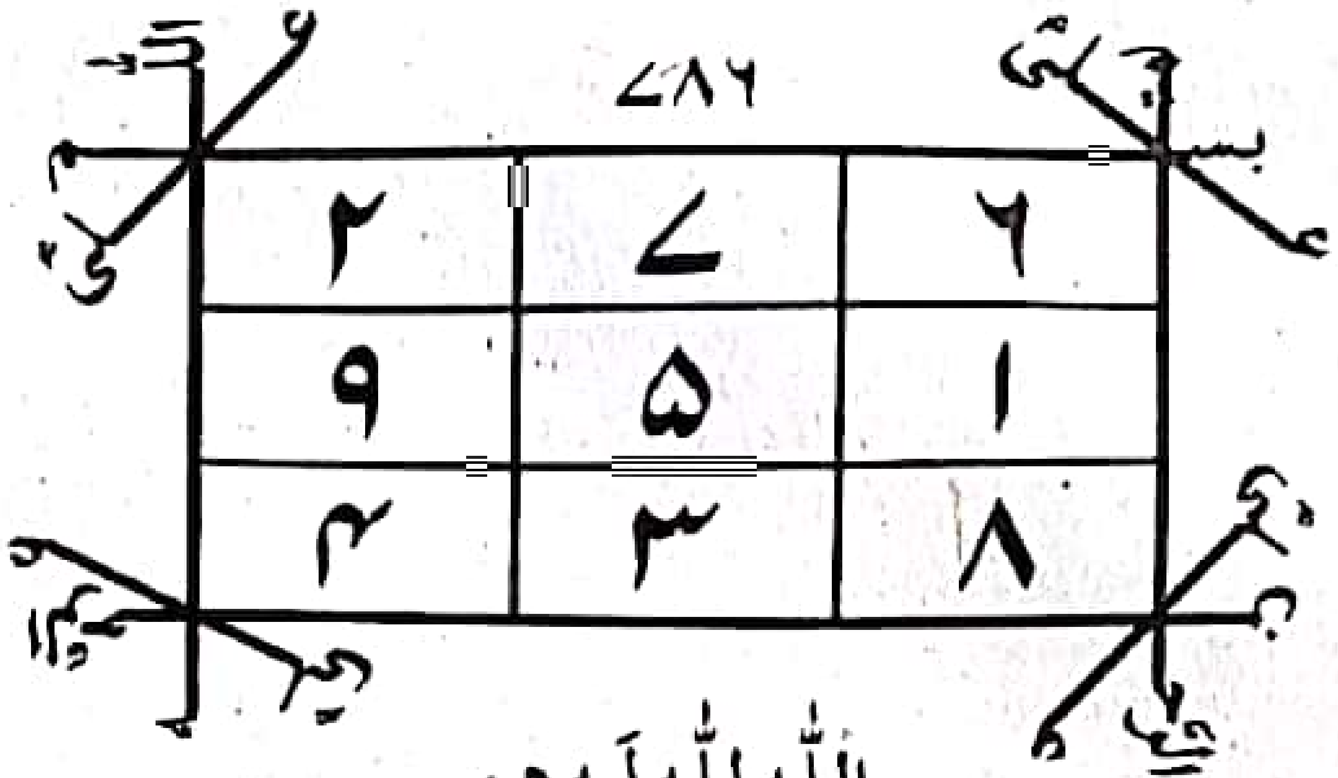

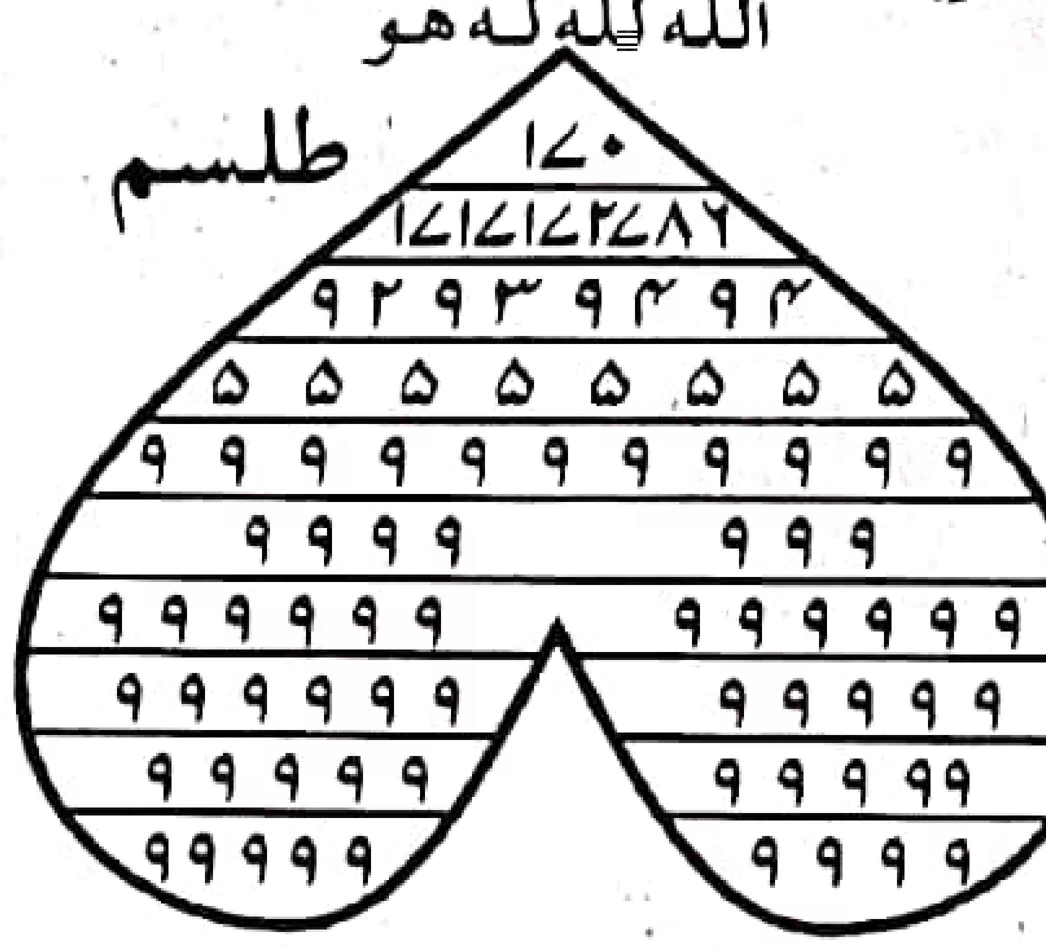

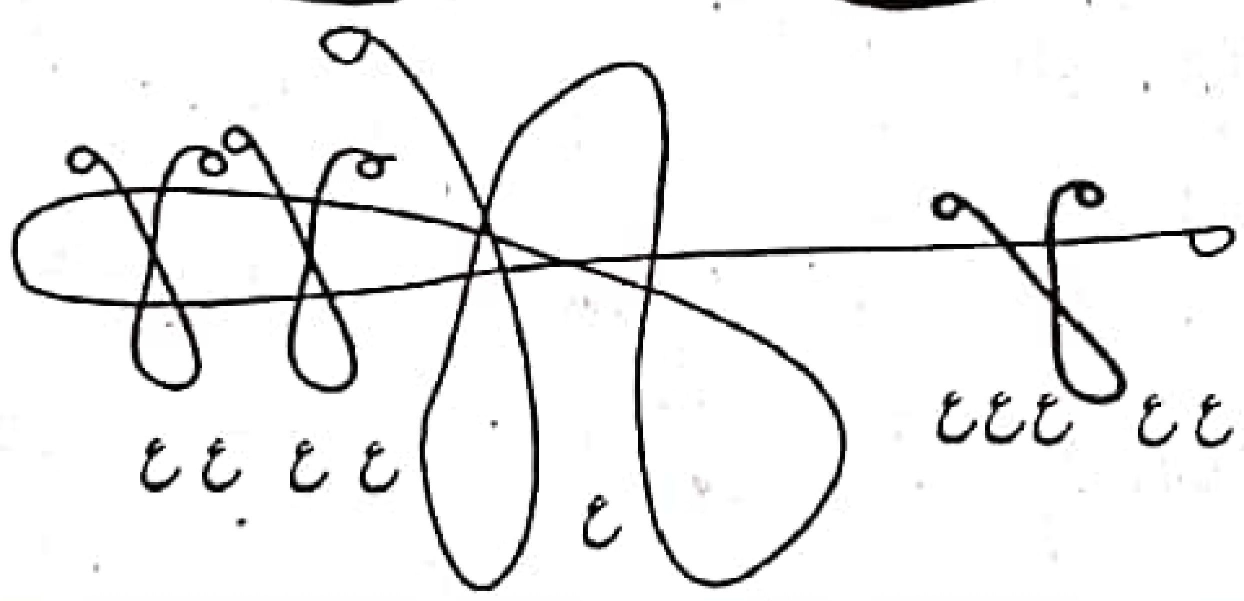

ماہنامہ "آئینہ قسمت" میں سلسلہ وار شائع ہونے والے اسباق "ابجد نجوم" اب کتابی شکل میں

ابجد نجوم

ابجد نجوم ایک آسان فہم مستند اور جامع کتاب

علم نجوم قدیم جدید بین الاقوامی علم ہے۔ اہل ہنداسے ویدیا ساگر یعنی تمام علوم کی ماں کہتے ہیں۔ ایک اچھا نجومی بننے کیلئے مزید علوم بھی آنے چاہئیں مثلاً فہم القرآن، علم جغرافیہ، علم نفسیات، علم طب، طب نبوی سے آشنائی، عربی، فارسی، انگلش زبانوں سے بھی قدرے آشنائی۔ علم الفلکیات (آسٹرانومی یا فلکیات سائنسی علم ہے جبکہ علم نجوم سائنسی علم کے ساتھ ستاروں کی آسمانی گردش کے ردعمل کے طور سے اخذ کیے گئے کسی کلیہ قاعدے کے تحت علم کو علم نجوم کا درجہ دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ علم نجوم بھی ایک سائنسی علم ہے) ایک اچھے نجمی کی عالمی حالات وواقعات پر نظر ہونی چاہیے۔ یہ صدی جدید علوم (کمپیوٹر) کی صدی ہے۔ قدیم قلمی نسخوں، کتب سے نکل کر یہ علم اب کمپیوٹر کی زبان میں بھی بتدریج منتقل ہورہا ہے۔ آج کے ماہر علم نجوم کو کمپیوٹر سے نجوم کے متعلقہ پروگرام چلانے کی مہارت ہونی چاہیے۔ پیچیدہ نجومی حسابات کمپیوٹر نے آسان کر دیئے۔

بقیہ: جفری پیش گوئیاں

جواب: ہے تسخیر ہوتا

یاعلیم! کیا سفلی اعمال کے ذریعے روحوں سے بات چیت ہوسکتی ہے؟

تخلیص: ک ی ا س ن ل ع م ذ ر و ح ن ب ت ھ

نظیرہ اعظم: ط ل ج م ق ی ب ن س ظ ص ح و ع ذ خ ز

نظیرہ ہم مرتبہ خود: ھ ل ج م ی ھ ھ و ک ت س ی

جواب: حملہ ہے ہو سکتی

یاعلیم! سفلی اعمال کے ذریعے کون سی روحوں سے بات چیت ہوسکتی ہے؟

تخلیص: س ف ل ی ا ع م ک ذ ر و ن ح ب ت ھ

نظیرہ اعظم: م ق ی ل ج ن س ط ظ ص ح ع و د خ ز

نظیرہ ہم مرتبہ خود: ھ و ر × × و ح ب × د ی س

جواب: ہو روح بد سے

کشمیر کے عدد 3، پاکستان کے عدد 3، 2010ء کے عدد 3 یہ 3 کا عدد کشمیر اور پاکستان کے لیے موافق عدد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کچھ بہتری عطا فرماوے۔ اب یہ سوال میں مستحصلہ سے حل کر کے دیکھتا ہوں۔

یاعلیم! سن دو ہزار دس میں کشمیر کے مسئلے پر پیش رفت ہوگی یا نہ؟

	١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١٠	١١	١٢	١٣	١٤
اساس	س	ن	د	و	ھ	ز	ا	ر	د	س	م	ی	ن	ک
//	ش	م	ی	ر	ک	ی	م	س	ا	ل	ی	ب	ر	ب
//	ی	ش	ر	ف	ت	ھ	و	ک	ی	ی	ا	ن	ھ	س
اعداد	١٠	١٢	٧	١٦	١١	١٣	١١	١٠	٦	١٠	٦	٨	١٢	١٠
حروف مرتبہ	ی	ل	ز	ع	ک	م	ک	ی	و	ی	و	ح	ل	ی
مستحصلہ	ن	م	ا	ا	ا	ا	و	و	و	م	ل	ی	ا	ع
جمعی مرتفع	ن	م	ا	ب	ج	د	و	ز	ح	ن	ل	ی	ھ	ب
نظیرہ ہم مرتبہ	ـ	ـ	ی	ب	ش	×	ر	ف	ت	ھ	×	و	ی	ک
			پیش				رفت			ہو			گی	

ارشادات امام حسین علیہ السلام

☆ اپنے نفس کو غیبت کا عادی نہ بناؤ کیونکہ اس کا عادی' عظیم مجرم ہوتا ہے۔

☆ ایک شخص نے حضرت امام حسینؑ کے سامنے کسی شخص کی غیبت کی تو آپؑ نے اِس سے فرمایا کہ ''اے فلاں'' غیبت سے باز آ جا کیونکہ یہ جہنم کے کتوں کا سالن ہے۔

☆ اے لوگو! عبرت حاصل کرو اِس چیز سے جس سے اللہ نے اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور فرمایا ہے ''ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔ نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے ابتداء کی ہے۔

یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو اللہ کے علم میں تھا کہ اگر اسے ادا کیا جائے اور اسے قائم کیا جائے تو دوسرے فرائض قائم ہو سکتے ہیں خواہ وہ آسان ہوں یا مشکل۔ وہ اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کی طرف ایک دعوت ہے۔ جس کے ذریعے مظالم کو دفع کیا جاتا ہے۔ ظالم کی مخالفت اور مظلوم کی حمایت کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات کو اِن کے مقام سے اکٹھا کر کے مستحقین تک پہنچایا جاتا ہے۔

اے میرے فرزند

حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اپنے فرزند حسینؑ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

اپنے درمیانی تنازعات کے مصلح بنو کیونکہ میں نے تمہارے جد بزرگوار رسولؐ سے سُنا ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ اپنی ذات اور اپنے گروہ کی اصلاح تمام روزہ و نماز سے افضل ہے۔ یتیموں کے بارے میں خدا سے ڈرو خدا سے خوف کرو ان کے دہانوں کو بھوک کی حالت میں ایک روز بھی نہ چھوڑو یہ بات نہ ہو کہ ایک دن اُنہیں کھانا کھلا دیا اور دوسرے دن نہیں بلکہ ہمیشہ اور ہر روز ان کو شکم سیر کرتے رہو۔

میرا عظیم ھادی

یہ ایک منظر نہیں ھے
یہ اِک داستان کا حصہ نہیں ھے
اِک واقعہ نہیں ھے
یہیں سے تاریخ
اپنے تازہ سفر کا آغاز کر رہی ھے
یہیں سے انسانیت
نئی رفعتوں کو پرواز کر رہی ھے
میں آج اسی کربلا میں
بے آبرو۔ نگوں سر
شکست خوردہ خجل کھڑا ھوں
یہاں سے میرا عظیم ھادی
حسینؑ کل سرخرو گیا ھے
میں جان بچا کر
فنا کے دَل دَل میں جاں بلب ھوں
زمین اور آسمان کے عجز و فخر
سارے حرام مجھ پر
وہ جاں لٹا کر
منارۂ عرش چھو گیا ھے
سلام اُس پر
سلام اُس پر

(از: احمد فراز)

ماہنامہ ''آئینۂ قسمت'' کا آن لائن مطالعہ کریں www.astrologyavenue.com

Scanned with CamScanner

دربارِ مصطفائی کا روحانی فیض

آسمانی کونسل میں نظرات سیارگان کی عملیات وتعویذات کی تیاری میں ایسے ہی اہمیت رکھتی ہے جیسے جسم میں روح کی ہو۔ مندرجہ ذیل اوقات تربیع میں نحس اعمال جبکہ تسدیس' تثلیث اور قران (بشرطیکہ قران نحس کواکب کا نہ ہو) میں سعد اعمال کیے جاتے ہیں۔

قارئینِ آئینہ قسمت! چند سال سے آپ نے' اس کالم میں تبدیلی محسوس کی ہوگی۔ نظر سیارگان کی اِبتداء' اِنتہا اور خاتمہ کے اوقاتِ عملیات کو شامل کر کے ہم نے عاملینِ' شائقین عملیات کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے۔ اب یہ اُلجھن ختم ہوگئی کہ فلاں سیارے کی نظر کب بن کر کب ختم ہوگی۔ اب عملیات کی تیاری میں پورے پورے وقت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ نقشہ ساعت (جو اگلے صفحہ پر ہے) سے جو ہر دن طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے اپنے شہر کے طلوع آفتاب سے متعلقہ ستارے کی ساعت دیکھ کر اس ساعت میں تیار کیا گیا عمل اور بھی مؤثر ہو جاتا ہے۔ سالنامہ زنجانی جنتری 2009ء میں بھی ہم نے اہم سالانہ نظرات سیارگان تفصیلی درج کیے ہیں۔ ہماری خدمت باعث فخر تبھی بن سکتی ہے جب آپ وقتاً فوقتاً اپنے تبصروں سے نوازتے رہیں۔

عامل شاہ زنجانی

نظراتِ سیارگان کے عملیات برائے ماہ دسمبر 2009ء

کسی بھی عمل کی ابتداء سے پہلے 2 رکعت نماز اجمالاً ہدیہ روح حضرت رسالت پناہ ﷺ مع سائر انبیاء' عظامؑ اور اولیاء کرامؒ پڑھیں۔ پھر مخصوص بہ نیت رجال الغیب مردان خدا جس سمت یہ اس روز کھڑے ہوں ان کی طرف باادب رخ کر کے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس سمت کھڑی کر کے درج ذیل دعا مع ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ کر سات بار پڑھیں۔ رجال الغیب کی تواریخ کا چارٹ حسب ذیل ہے۔ عمل کرتے وقت رجال الغیب کی جانب اپنی پشت رکھیں۔

جنوب مشرق 24`16`09`01	جنوب مغرب 25`17`10`02	جنوب 26`18`11`03	مغرب 27`19`12`04
شمال مغرب 00`20`13`05	شمال مشرق 28`21`00`06	مشرق 29`22`14`07	شمال 30`23`15`08

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَا رَجَالُ الۡغَیۡبِ وَیَا اَرۡوَاحُ الۡمُقَدَّسَة اَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّةٍ وَ انۡظُرُوۡ نِیۡ بِنَظۡرَةٍ یَا رُقَبَاء یَا نُقَبَاء یَا نُجَبَاء یَا اَبۡدَال یَا اَوۡتَاد یَا قُطۡب یَا غَوۡث اَعِیۡنُوۡنِیۡ بِحُرۡمَةِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمۡ وَ عَلٰی آلِهٖ وَاَ صۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡن

روحانی ماہنامہ آئینہ قسمت میں تمام اعمال نیک نیتی کی بناء پر عاملین وقارئین کے استفادہ کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ جائز کام میں تو اللہ اور اس کا رسولؐ بھی مدد کرتے ہیں۔ ناجائز عمل کرنے سے باز رہیں ورنہ سخت رجعت بھی ممکن ہے۔ بہرحال جب بھی کوئی عمل کریں تو لازم ہے کہ عمل کی رجعت سے بچنے کے لئے 6 کلو چینی' ایک کلو سوجی یا بارہ کلو باجرہ دو کلو چاول اپنے سر سے وار کر رکھ لیں۔ بعد از عمل استعمال سے پہلے کسی بھی قبرستان جا کر عامل شاہ زنجانی کا اور اپنا اہلِ قبور کو سلام عرض کریں اور فاتحہ خوانی کر کے درختوں کی جڑوں میں حشرات الارض کو صدقہ ڈال دیں اور صدقہ ڈالنے کے بعد پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں۔ یہ صدقہ صرف ایک عمل کے لئے ہے۔ دوسرے عمل کے لئے علیحدہ صدقہ دیں۔

Scanned with CamScanner

ساعات کی ترتیب آپ کے شہر کے طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے

شمار	پہلی								دوسری								تیسری						چوتھی	
دن	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۰	۲۲	۲۳	۲۴
اتوار	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
پیر	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
منگل	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
بدھ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
جمعرات	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
جمعہ	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
ہفتہ	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ

تسدیس زہرہ زحل

اس سعد وقت کی ابتداء 3 دسمبر 20 بجکر 32 منٹ، مکمل نظر 4 دسمبر 16 بجکر 44 منٹ اور خاتمہ نظر 5 دسمبر 12 بجکر 54 منٹ پر ہوگا۔ محبت، دوستی، شادی، نکاح کے لیے آیات محبت کے نقش لکھنے نیک ہیں۔ دیگر سورۃ یوسف کے خالی البطن نقش سے بھی فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

۷۸۶		
۱۲۵۹۹۴	۳۳۵۹۸۸	۴۱۹۹۸
۲۹۳۹۹۰	یہاں مقصد لکھیں	۲۰۹۹۹۰
۸۳۹۹۶	۱۶۷۹۹۲	۲۰۱۹۹۲

تربیع عطارد زحل

اس نحس وقت کی ابتداء 7 دسمبر 14 بجکر 13 منٹ، مکمل نظر 8 دسمبر 7 بجکر 35 منٹ اور خاتمہ نظر 9 دسمبر 1 بجکر 6 منٹ پر ہوگا۔ حاسدین، مخالفین کو نقصان پہنچانے کے لیے اگر ضروری ہو تو سورۃ لہب کے خالی البطن نقش سے استفادہ کریں۔ نقش ساعت زحل میں لکھ کر احاطہ قبور میں دفن کریں۔ ناجائز ہرگز نہ کریں۔

۷۸۶		
۱۴۵۵	۲۸۸۶	۴۸۵
۳۴۰۱	یہاں مقصد لکھیں	۲۴۲۵
۹۷۰	۱۹۳۰	۲۹۱۶

تثلیث شمس مریخ

اس سعد وقت کی ابتداء 10 دسمبر 3 بجکر 21 منٹ، مکمل نظر 11 دسمبر 6 بجکر 16 منٹ اور خاتمہ نظر 12 دسمبر 8 بجکر 47 منٹ پر ہوگا۔ برائے تسخیر خلق، افسرانِ بالا کے لیے سورۃ یوسف کا خالی البطن نقش ساعت شمس میں لکھ کر باپرہیز پاس رکھیں۔ دیگر درخت انار یا پھر آم کے درخت کے ساتھ بھی دو نفل حاجت کے پڑھ کر لٹکا سکتے ہیں۔ (نقش پہلے دیا جا چکا ہے)

تسدیس شمس مشتری

اس سعد وقت کی ابتداء صفر بجکر 51 منٹ، مکمل نظر 15 دسمبر 5 بجکر 16 منٹ اور خاتمہ نظر 16 دسمبر 9 بجکر 45 منٹ پر ہوگا۔ حصول دولت، انعامات، غرض ہر نیک مقصد کیلئے ساعت مشتری میں سورۃ مزمل کے خالی البطن نقش کو لکھ کر باپرہیز اس میں رکھ سکتے ہیں۔

۷۸۶		
۵۷۳۰	۴۵۸۴۶	۱۷۱۹۰
۲۸۶۵۰	یہاں مقصد لکھیں	۴۰۱۱۶
۳۴۳۸۶	۲۳۹۲۰	۱۱۴۶۰

تثلیث زہرہ مریخ

اس سعد وقت کی ابتداء 16 دسمبر 21 بجکر 51 منٹ، مکمل نظر 17 دسمبر 17 بجکر 37 منٹ اور خاتمہ نظر 18 دسمبر 13 بجکر 14 منٹ پر ہوگا۔ جائز الفت ومحبت، پیار بڑھانے کے لیے یا پسند کی شادی کیلئے ساعت زہرہ میں سورۃ یوسف کے سات خالی البطن نقش لکھیں۔ جمعرات تا بدھ چھ دن مسلسل ساعت زہرہ میں درخت انار یا آم کے درخت کے ساتھ دعا کر کے باندھیں۔ ساتواں نقش بوقت جمعہ باپرہیز گلے میں پہن لیں اور قرآنی اعجاز ملاحظہ فرمائیں۔ (نقش پہلے دیا جاچکا ہے)

تسدیس زہرہ مشتری

اس سعد وقت کی ابتداء 20 دسمبر 11 بجکر 31 منٹ، مکمل نظر 21 دسمبر 9 بجکر 52 منٹ اور خاتمہ نظر 22 دسمبر 8 بجکر 15 منٹ پر ہوگا۔ حصول دولت ومحبت اور مطلوبہ جگہ رشتہ میں آسانی کیلئے سورۃ یوسف کے خالی البطن نقش سے فیض حاصل کریں۔ (نقش پہلے دیا جاچکا ہے)

تربیع شمس زحل

اس نحس وقت کی ابتداء 25 دسمبر 4 بجکر 34 منٹ، مکمل نظر 26 دسمبر 4 بجکر 57 منٹ اور خاتمہ نظر 27 دسمبر 5 بجکر 17 منٹ پر ہوگا۔ دشمنوں کو مشکلات میں ڈالنے کیلئے سورۃ کوثر کے خالی البطن نقش کو ساعت زحل میں لکھ کر احاطہ قبور میں دفن کریں۔ ناجائز ہرگز نہ کریں۔

۷۸۶		
۲۲۹	۱۸۳۸	۶۸۷
۱۱۴۰	یہاں مقصد لکھیں	۱۶۰۹
۱۳۸۰	۹۱۶	۴۵۸

تربیع زہرہ زحل

اس نحس وقت کی ابتداء 28 دسمبر 16 بجکر 23 منٹ، مکمل نظر 29 دسمبر 1 بجکر 54 منٹ اور خاتمہ نظر 30 دسمبر 7 بجکر 24 منٹ پر ہوگا۔ حاسدین میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کیلئے سورۃ مائدہ کا خالی البطن نقش سیاہ قلم سے لکھ کر ساعت زحل میں احاطہ قبور میں دفن کریں۔ ناجائز ہرگز نہ کریں، ورنہ رجعت کا اندیشہ ہے۔

۷۸۶		
۲۱۲۰۷	۵۶۵۶۹۸	۲۱۲۱۳۶
۳۵۳۵۶۰	یہاں مقصد لکھیں	۴۹۴۹۸۶
۴۲۴۲۷۴	۲۸۲۸۴۸	۱۴۱۴۲۴

زنجانی جنتری 2010
شائع ہوگئی ہے
پاکستان کے ہر بکسٹال پر دستیاب۔ اپنا آرڈر آج ہی بک کروائیں
منظور احمد (سرکولیشن منیجر) 0345-4063375

بانجھ پن کورس
عورتوں کا بانجھ پن، رحم کے جملہ نقائص مثلاً رحم کا سکڑ جانا، ٹل جانا، منہ تنگ ہونا، کمزوری رحم یا سوزش رحم، لیکوریا، قلت ودقت حیض یا بکثرت حیض
علاج مدت تقریباً 3 ماہ، مکمل کورس پانچ ہزار
رابطہ ہومیو ڈاکٹر سید اویس الطاف بخاری
0322-4609312